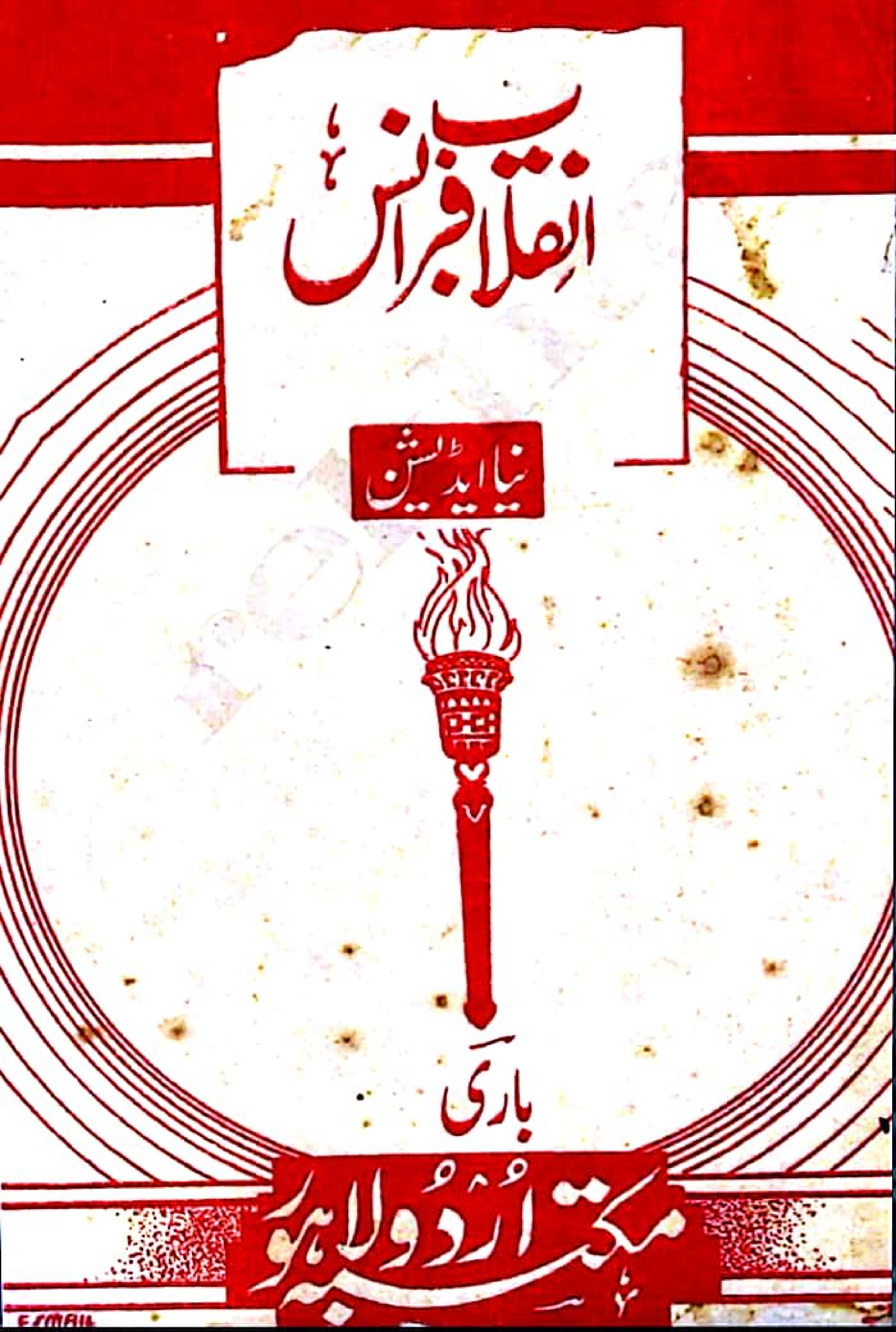


انقلاب فرانس
نیا ایڈیشن
باری
مکتبہ اردو لاہور

انقلابِ فرانس

باری

ناشر

مکتبۂ اُردو لاہور

دوسرا ایڈیشن

ایک ہزار

قیمت چھ آنے

ژ، ژ، روسو کے نام

مصنف کی دوسری کتابیں

پیکار ——————————— گالزوردی کا ایک ڈرامہ

کمپنی کی حکومت ——————— تاریخ، ادب، تنقید۔

سوشلزم ——————— فریڈرک اینگلز

کمیونسٹ مینی فیسٹو ——————— مارکس اور اینگلز

کارل مارکس ——————— ایک ابتدائی مطالعہ

صنعتی انقلاب ——————— سرمایہ و محنت میں تصادم

شذرہ

بورژوا مورخ فرانس اور روس کے انقلابوں کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انقلاب روس کا انجام بھی انقلاب فرانس کی طرح ہوگا۔ مورخوں کی دوسری جماعت کا خیال ہے کہ ان انقلابوں میں کوئی امر مشترک نہیں۔ دونوں جماعتوں کے مورخ غلطی پر ہیں۔ دونوں انقلاب بہت بڑے مجلسی ہنگامے تھے۔ ایک اٹھارھویں صدی کا اور دوسرا بیسویں صدی کا۔ ایک صنعتی انقلاب سے پہلے دوسرا اس کے بعد۔ پہلے انقلاب کا مقصد بورژوا آمریت کا قیام تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں پرولتاریہ کا وجود موجودہ صورت میں نہیں تھا، دوسرے انقلاب کا مقصد روس میں پرولتاری انقلاب پیدا کرنا تھا۔ ان دونوں انقلابوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کوچک بورژوا اور پرولتاریہ میں ہے۔ فرانس کے کوچک بورژوا انقلاب نے آئینی مساوات کا اعلان کیا، روس کے پرولتاری انقلاب کا مقصد معاشی مساوات ہے۔

"انقلاب فرانس" پہلی مرتبہ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی ایک نوجوان جذبات کی رو میں بہہ کر نہ معلوم کیا کچھ لکھ گیا۔ سات سال بعد اس کتاب کو ترمیم شدہ صورت میں پیش کر رہا ہے۔ اس مدت میں اس کے ذہن کو جن تغیرات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسکا اندازہ دونوں ایڈیشنوں کے موازنہ سے ہوسکتا ہے۔ پہلے ایڈیشن کی خامیوں کو اس لئے معاف کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک نوجوان کی تحریر تھی۔ دوسرے ایڈیشن کی کوتاہیوں کو اس لئے نظرانداز کیا جاسکتا ہے کہ اسے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے:

لاہور
۲۵ فروری ۱۹۴۰ء

باری

مندرجات

پادشاہوں کو زمین پر خدا کا سایہ ماننے والوں نے بالآخر
پادشاہ کو آئینی طور پر زندگی سے کیوں محروم کر دیا؟
اس مختصر رسالہ کا مقصد انہی اسباب و علل کی جستجو ہے!

مُقدمہ

انقلابِ فرانس کے اسباب و علل پر غور کرنے اور اس تاریخی واقعہ کے نتائج سمجھنے سے قبل اس طرزِ حکومت کا اجمالی تذکرہ جسے سیاسیات میں پادشاہت، ملوکیت، یا استبداد نام دیا گیا ازبس ضروری ہے۔ جب فرد واحد یا چند افراد جمہوری مسائل کو بلا خوف ذمہ داری و جواب دہی سرانجام دیں۔ تو اس نظام کو مستبد نظام حکومت کہا جائیگا۔ گویا مستبد حکومت ایک ایسی حکومت ہے۔ جو مسائل جمہور کے متعلق بے۔ خوف ہو کر خود مختارانہ تصرف کرے۔ مستبد حکومت کی انتہائی خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ اپنی آہنی گرفت کی مضبوطی کے لئے کلیساؤں کے "مقدس دربانوں" کو اپنے زیرِ نگیں رکھے رعایا کے سینوں کو مسکن جہالت بنائے۔ آسمان استبداد پر حریت فکر کے

ستارے نہ چمکنے پائیں مستبد حکومت نوجوانوں سے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ چھین کر انہیں ذلت وخواری، بدمعاشی و بدکاری کے اڈوں میں دھکیل دیتی ہے۔ مستبد حکومت میں عوام کو ارضی نعمتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اسی نظام حکومت میں اربابِ کلیسا عوام پر بہشت کے دروازے بند کر دیتے ہیں۔ عوام کے خلاف تاج و کلیسا کا یہ اتحاد کیوں ہے؟ صرف اس لئے ایک کی حکومت جسم پر قائم رہے اور دوسرے کی روح پر۔ وہ عوام جنہیں عقاب کی طرح بلند فضاؤں میں پرواز کرنا تھا۔ اس اتحاد کے باعث زمین پر پیٹ کے بل رینگنے کے لئے مجبور ہو گئے۔ عوام کو اس امر کے لئے مجبور کیا گیا کہ وہ پادشاہوں کو خدا کا نائب تصور کریں۔ جس طرح شیر خوار بچے آغوش مادر میں پناہ لیتے ہیں۔ اسی طرح عوام اپنے مفاد کو پادشاہ سے وابستہ کرتے رہے۔ وہ معمولی تکلیف میں بھی خوفزدہ بچوں کی طرح اپنے ارضی باپ کو پکارا کئے۔ لیکن یہ باپ اپنی زندگی ہی میں اپنے "بیٹوں" کو یتیم بناتے رہے!

اہلِ فرانس صدیوں سے اس نوعیت کے مستبد نظام کا شکار رہے۔ فرانس کے عوام کو صدیوں تک یہ تعلیم دی گئی۔ کہ پادشاہ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور پادشاہ سے سرکشی خدا سے سرکشی ہے۔ پادشاہ کے علاوہ پادریوں اور امیروں کی اطاعت پر بھی زور دیا گیا لیکن جب پادشاہوں

نے اپنے اقتدار کے لئے پادریوں اور امیروں کو ختم کر دیا تو تنہا پادشاہ کی پرستش باقی رہ گئی۔ شاہی اقتدار کے قیام کے بعد کلیسا اور امارت کا بارِ گراں عوام ہی کو اٹھانا پڑا۔ کلیسا اور امارت کے ایوانوں کو ملیا میٹ کرنے کے بعد عوام کے سامنے صرف ایک کام باقی تھا ـــــــ پادشاہیت کا خاتمہ فرانس کے عوام نے پادشاہیت کو ختم کرنے میں بورژوا رہنمائی قبول کی۔ لیکن انہیں اس انقلاب سے زیادہ فائدہ نہ ہوا۔ تاہم ۱۹۱۷ء سے قبل کی انسانی تاریخ میں انقلابِ فرانس۔ ایک بہت بڑا تاریخی واقعہ ہے۔

جب مستبد حکمرانوں کی اطاعت کا فلسفہ عوام کو مطمئن نہ کر سکا تو اس کا نتیجہ ذہنی بے چینی کی صورت میں نمودار ہوا۔ عوام مسرّت سے محروم تھے لیکن وہ اس محرومیٔ انبساط کے اسباب کو دریافت نہیں کر سکتے تھے۔ اس کام کو طبقۂ متوسط کے ادیبوں اور فلسفیوں نے پورا کیا۔ چنانچہ اس زمانہ کے فرانسیسی ادیبوں اور فلسفیوں کی تحریریں آج بھی ہر انقلاب پسند کی زبان پر ہیں فرانس کے ان ادیبوں اور فلسفیوں نے کلیسائی قیادت اور مستبد سیادت کا بت پاش پاش کر دیا۔ ان نظری بت شکنوں کی تعلیمات بہت مقبول ہوئیں۔ عوام ان کتابوں کا شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔ جن سے حکومت خوفزدہ ہو۔ ان خیالی دانش گاہوں میں قدیم نقشوں کا پوسٹ مارٹم کیا گیا۔ قدیم آئین فراموش کر دیئے گئے، تقسیمِ دولت، عدل اور حقوق کے مسئلوں پر غور ہونے لگا

تقلید کو اس کے بلند مقام سے گرا دیا گیا۔ افقِ انسانیت کے ان ستاروں نے واماندہ مسافروں کو منزلِ مقصود کا راستہ دکھایا۔ تعلیم یافتہ طبقہ میں فلسفیانہ مباحث کا شوق پیدا ہوا۔ ہر مسئلہ کا اعماق نظر سے مطالعہ ہونے لگا مانٹیکیو، والٹیر، دیدرو، اور روسو کی کتابوں نے فرانس کے نوجوانوں کی ذہنیت کو بدل دیا۔ ہر انسان کے اندر ایک ایسا ساز ہے جو کبھی مضرابِ بیداری سے چھو جائے تو اس سے نغمۂ انقلاب کی صدا اُٹھتی ہے۔ ان کتابوں نے احساسِ بیداری کو پیدا کیا۔ یہی احساس عوام کو آتشِ استبداد فرو کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ جونہی یہ نوجوان ان آتشکدوں میں قدم رکھتے ہیں آگ سرد ہو جاتی ہے۔ آتشکدوں کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔

مانٹینکو (۱۶۸۹ - ۱۷۵۵) کی تصنیف "مکتوباتِ ایران" ۱۷۲۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں دو ایرانی یورپ کی سیر و سیاحت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ لوئی چہاردہم کے آخری عہد میں پیرس آتے ہیں۔ جہاں کی تہذیب و تمدن کا وہ خوب مطالعہ کرتے ہیں۔ اس کتاب میں مانٹیکو نے لوئی چہاردہم کی حکومت پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ اس کی تمام تصانیف کا مقصد لوئی کی حکومت کی مخالفت ہے۔ اس کے نزدیک بادشاہت کا اختتام استبداد یا جمہوریت دونوں میں سے ایک پر ہوتا ہے "شرحِ قانون" میں وہ سیاسی فلسفہ بیان کرتا ہے۔ "عظمتِ روم" فلسفۂ تاریخ کی ایک کتاب

ہے۔ انگلستان کے قیام نے مانٹیکو کے دماغ پر بہت اثر کیا۔ وہ انگلستان کی پارلمانی طرزِ حکومت کا بڑا مداح تھا۔ اس کے افکار و آرا کا اثر والتیراور روسو دونوں پر ہوا۔

یہ مانٹیکو ہی تھا۔ جس کی تصنیف "مکتوباتِ ایران" نے فلسفی تحریک کی فرانس میں ابتدا کی۔ اور جس کا اثر دو نسلوں تک باقی رہا۔ جس نے قدیم بادشاہت کی بنیادیں ہلا دیں۔ جس کی "روحِ قانون" میں قدیم نظام حکومت کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اُڑا دی گئیں۔ جس نے فرانس میں اوہام اور عقائد باطلہ کا خاتمہ کر دیا۔ یہ مانٹیکو ہی تھا جس نے مقراض تنقید سے دامن تقلید تار تار کر دیا۔

والتیر (۱۶۹۴ - ۱۷۷۸) اٹھارھویں صدی کے دوسرے نصف میں غالب نظر آتا تھا۔ ۱۷۴۰ء میں اس کا نام لوگوں کی زبان پر آیا۔ ۱۷۵۵ء سے قبل وہ ایک شاعر اور تمثیل نگار کی حیثیت سے مشہور تھا۔ لیکن اسکے بعد وہ ایک فلسفی اور مذہب کا دشمن دکھائی دیتا ہے۔ والتیر ۱۶۹۴ میں پیدا ہوا۔ وہ ایک وکیل کا بیٹا تھا۔ ابتدائی عمر میں اس نے مذہبی تعلیم حاصل کی تھی۔ اناطول فرانس اپنی کسی کتاب میں شاید اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ "کلیسا کے بدترین دشمن وہ ہوتے ہیں۔ جو اس کی آغوش میں پرورش پاتے ہیں"

وہ دو دفعہ بسٹائل[1] بھیجا گیا۔ اور اتنی ہی مرتبہ اس کے ذاتی دشمنوں نے اُسے مارا پیٹا۔

لوئی چہار دہم کے مرنے کے بعد جدید ناظم نے کفایت کی غرض سے شاہی اصطبل کے آدھے گھوڑے فروخت کر دیئے۔

"اس سے کہیں بہتر تھا کہ شاہی دربار سے نصف گدھوں کو نکال دیا جاتا۔" والٹیئر نے کہا۔

ایک روز والٹیئر ناظم سے ملا۔

"میں تمہیں ایک ایسی چیز دکھاؤں گا۔ جو اس سے قبل تم کبھی نہیں دیکھ سکے۔"

ناظم نے کہا۔

"جناب وہ کونسی چیز ہے۔" والٹیئر نے جرأت سے دریافت کیا۔

"بستائل کا اندرونی حصہ۔"

والٹیئر اسی دن فرانس کے سب سے بڑے سیاسی زندان میں تھا وہ ایک سال تک وہیں رہا۔ وقت رائیگاں نہ گیا۔ بلکہ زندان میں اس نے "اودی پس" تمثیل لکھی۔

---

[1] فرانس کا مشہور سیاسی زنداں۔

جلاوطن ہو کر وہ انگلستان پہنچ گیا۔ واپسی پر وہ فرانس کے ساحلی علاقہ میں اقامت گزیں ہوا۔ اپنے مربی شاہ پروشیا سے بگڑ بیٹھا۔ آخر کار وہ سوئٹزرستان میں مستقل طور پر مقیم ہوگیا۔ اپنی موت سے ایک سال قبل وہ پیرس چلا گیا ۔۔۔ صرف مرنے کے لئے۔

والٹیئر ادیب، شاعر، تمثیل نگار اور فلسفی کے علاوہ مشہور صحافی بھی تھا۔ وہ بہت کثرت سے خطوط لکھتا۔ اس نے ایک سو کے قریب کتابیں لکھیں۔ اس کی تصانیف میں ایک لفظ بھی مہمل اور بیہودہ دکھائی نہیں دیتا۔ اس وقت تک اس کے دس ہزار مکتوب شائع ہو چکے ہیں۔

اگر والٹیئر کی تمام کتابیں سوائے "کیں ڈڈ" تلف کر دی جائیں پھر بھی والٹیئر فرانس کے ادیبوں کی صفِ اول میں جگہ پاتا ہے۔ یہ کتاب دراصل روسو کے ایک مکتوب کا جواب ہے۔ جس میں روسو نے اسے بے دین اور ملحد قرار دیا۔ اس تصنیف میں وہ تمام جسمانی گناہوں کا نقشہ اور انسانی تباہی و بربادی کی تصویر کھینچ کر ان کا اس بری طرح مضحکہ اڑاتا ہے۔ کہ پڑھنے والا خود بخود مصنف کا شریکِ تبسم ہو جاتا ہے۔

والٹیئر غربا کا دوست اور مددگار تھا۔ عوام کی معاونت کے لئے اسکا کیسہ ہمیشہ کھلا رہتا۔ وہ اخلاقی اور روحانی مدد کی جگہ مادی مدد کا قائل تھا۔ وہ مغموم قلوب کیلئے کبھی باعثِ راحت نہ ہو سکا۔ وہ مذہب اور تعلقات

دین کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ وہ ان دیکھے خدا کی نسبت ان دیکھے استدلال کا پجاری تھا۔

ایک ان تھک چوہے کی طرح وہ قدیم معاشرت و سیاسیات کے ایوان کریدنے میں شب و روز مشغول ہوگیا۔ یہاں تک کہ انقلاب نے ان محلات کو سطح زمین کے ساتھ ہموار کردیا۔

وہ طبقہ متوسط میں حکومت سے نفرت اور مذہب سے بیزاری پیدا کرنے میں بہت کامیاب ہوا۔ اس کا فلسفہ عملی تھا۔ وہ فطری طور پر مذہب کا دشمن تھا۔ اس نے عوام کو نہ صرف بیزاری دین کی تعلیم دی۔ بلکہ انہیں مذہب کا مذاق اڑانے کا موقعہ دیا۔ اس کا تمام تر فلسفہ مادی زندگی کو ارفع و اعلیٰ بنانے پر مرکوز ہے۔

والٹیئر کے آہنی قلم نے مسیحی صحیفوں پر خطِ تنسیخ کھینچ دیا۔ اس کے ذہن نے مذہبی، ادبی، فلسفی، اور تاریخی میدانوں کو اپنی جولانگاہ بنایا۔ نثر، نظم، تاریخ، افسانہ، رومان اور تمثیل میں والٹیئر مذہب کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ اعتقادات کا مذاق اڑاتا ہوا انہیں سوسائٹی کے لئے مضر ثابت کرتا ہے اس کے طرزِ بیان، شوکت، تراکیب اور تسلسل نے فرانسیسیوں کے دلوں میں اپنی جگہ پیدا کرلی۔ اس کے باعث فرانس کی فلسفی تحریک بہت مقبول ہوئی۔ کلیسہ جو حکومت کی گاڑی کا سب سے مضبوط گھوڑا تھا۔ والٹیئر کی

بید زنی سے قریب المرگ ہوگیا۔ حکومت کی گاڑی رُک گئی۔ مگر والتیر اسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکا۔

کلیسائی زندگی پر حملہ آور ہونا والتیر کے لئے باعثِ مسرت تھا۔ اسکے نزدیک شخصی یا جمہوری حکومت میں کوئی فرق نہ تھا: "عوام پر اس کا یکساں اثر ہے خواہ انہیں ایک شیر کھائے یا ایک ہزار چوہے ان کے سامان زیست پر قبضہ جمالیں" چوراسی سال کی عمر میں وہ پیرس واپس آیا۔ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ وہ شجرِ انقلاب میں پھل آتے نہ دیکھ سکا۔ والتیر کی موت کے گیارہ برس بعد فرانس میں انقلاب ہوا۔ اس انقلاب پسند ادیب کے لوحِ مزار پر یہ الفاظ کندہ ہیں: "یہاں والتیر آرام فرما ہے"

۱۷۵۱ء میں انسائیکلوپیڈیا کی پہلی جلد نے عوام کی نگاہوں کو اسکے مرتب کرنے والوں کی طرف کھینچ لیا۔ مرتب معمولی آب و گِل کے انسان نہ تھے۔ ان کے سینوں میں علم و عرفان کی تڑپ موجود تھی۔ سیاسی۔ معاشری علوم پر سب نے متفقہ قلم اٹھایا۔ مرتب اعلیٰ نے ترجو۔ روسو۔ یغن۔ مارنٹیل۔ کاندی لک۔ مانٹیکو۔ نیکر۔ ہال ڈیس اور رینل کی قلمی معاونت حاصل کر لی۔ ڈی المبیر مشہور ریاضی دان نے اپنی تمام قابلیت اس کی تالیف و ترتیب میں صرف کر دی لیکن عمدہ ادارت کا سب سے بڑا رکن سب سے زیادہ ذہین اور سب سے زیادہ محنتی انسائیکلوپیڈیا کا مرتب اعلیٰ دایدرو تھا۔

دابدرد (۱۷۱۳-۱۷۸۴) اٹھارھویں صدی کی ایک شاندار شخصیت ہے۔ روسو کا نظریۂ قدرت اسی مفکر کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ تھا۔ اگرچہ روسو نے اسے اس قدر وسعت دی کہ وایدرو کا دامن اس پر تنگ ہوگیا۔ وایدرو نظامِ کائنات میں کسی الوہیت کا قائل نہ تھا وہ تمام معاشری اداروں کا دشمن تھا۔ وہ اگر قائل نہ تھا۔ تو صرف سائنس کی برتری کا۔ اس کا آرٹ اس کے فلسفہ اور اندرونی احساسات کا آئینہ ہے۔ وہ نیچری تھا۔ اس لئے ادبیاتِ فرانس میں ایک جدید باب کا اضافہ ہوا۔ انسائیکلوپیڈیا کے علاوہ ــــ جسے وہ زندگی بھر میں مکمل کرسکا ــــ وایدرو نے متعدد ناول اور ڈرامے بھی لکھے۔ انسائیکلوپیڈیا قدیم نظامِ حکومت کے قصر کے لئے بارود کا گولہ ثابت ہوا۔ انسائیکلوپیڈیائی ادیبوں کی پارلیمنٹ میں اس لئے مخالفت کی جاتی۔ کہ وہ ایک ایسی سوسائٹی بنانے میں مشغول تھے جس میں مذہب کا وجود حرفِ غلط کی طرح ہوگا۔ اور جو روحانیت کی جگہ مادیت قائم کرنے کی فکر میں ہیں؛

اس تحریک نے تقلید اور قدامت پرستی کا خاتمہ کردیا۔ اس نے عوام کو ان کی فطرت کے مطالعہ کا موقعہ دیا۔ نیز انہیں آئینِ فطرت کی طرف متوجہ کیا۔ فرانسیسی لوگ ہر کہنہ اور قدیم چیز کے خاتمہ کے لئے نتائج سے

بے خوف ہو کر صف آرا ہو گئے۔ انسائیکلوپیڈیائی تحریک نے انہیں روحانی تسکین کے مہمل اور بیہودہ ہونے کا یقین دلایا۔

ہال بش کی شہرہ آفاق تصنیف "آئین فطرت" ایک صدی تک فلسفیوں کے لئے کتاب ہدایت بنی رہی۔ ہال بش اس کتاب میں پادشاہت کے عیوب اور رعایا کی عبودیت کی ہولناک تصویر پیش کرتا ہے۔ وہ کھلم کھلا انقلاب کی دعوت دیتا ہے۔ اس نے مذہب کی ہر شکل وصورت اور ہر باب میں مخالفت کی۔ ہال بش کے نزدیک نوع انسان کی بہتری صرف مادی فلسفہ اور دہریت میں ہے "مذہبی اور سیاسی غلطیوں نے کائنات کو وادی اشک بنا رکھا ہے"۔

انسائیکلوپیڈیائی اہلِ قلم کے علاوہ مختلف درس فکر کے پیرو کار بھی انقلاب کے خواہاں نظر آتے ہیں۔ انقلاب پسندی کی اس خواہش میں اقتصادی درس کے قائل بیش از پیش تھے۔ ان میں سے اکثر سیاسی آزادی کی نسبت اقتصادی آزادی کے قائل تھے۔ ان لوگوں کو اقتصادئین[1] کہا گیا۔

دابدرو کی حمایت میں "اقتصادئین" نے اپنا اپنا قلم اٹھایا۔ وہ اقتصادی مساوات میں استبداد برداشت کرنے کے لئے بھی تیار تھے۔ وہ موجودہ

---

[1] ECONOMISTS

اشتراکیت پسندوں کی طرح انفرادی ملکیت کو دولتِ مشترکہ کے زیرِ نگیں رکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے قومی تعلیم، تخفیف محاصل، آزاد تجارت، آزاد زراعت اور آزاد صنعت پر زور دیا۔ ان کی زبان سے آزاد مملکت کا لفظ تک نہ نکل سکا۔

مورلے اور دوسرے لوگوں نے اقتصادیین کے ان نظریوں کو ترمیم کے ساتھ قبول کرلیا۔ مارلے کی "آئینِ فطرت"¹ مارکس کے "سرمایہ"² کی طرح اشتراکیوں کی کتابِ مقدس ہے۔ وہ انفرادی ملکیت کا مخالف تھا۔ تجدیدِ عالم اور جدید فلسفہ حیات کے اس نے ایسے اصول مرتب کئے۔ جن پر عمل کرنے سے اشتراکی دنیا عالمِ وجود میں آئی۔

اگر یہ لوگ سطحِ زمین پر کھڑے ہوکر انقلاب کے شعلوں کو ادبِ لطیف کے دامن سے ہوا دے رہے تھے۔ تو انقلابِ فرانس کا نقیب اور شہرۂ آفاق ادیب روسو جبال کی بلندیوں اور پہاڑ کی رفعتوں پر "میثاقِ ملی" کا آتشیں نغمہ چھیڑے ہوئے تھا۔

روسو (۱۷۱۲ - ۱۷۷۸) اٹھارہویں صدی کی نمایاں شخصیت ہے۔ اس کی شہرت والیئر سے کسی طرح کم نہیں۔ وہ جینوا میں پیدا ہوا۔ اس کا

---

¹ LAW OF NATURE ² CAPITAL

باپ گھڑی ساز تھا۔ وہ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ عمر بھر اس نے کسی پیشہ کو مستقل طور پر اختیار نہ کیا۔ وہ مختلف مقامات پر آوارہ گردی کرنے کے بعد مادام دی وارنس کے ہاں پناہ گزیں ہوا۔ مادام نے اسے برسوں اپنے پاس رکھا۔ ڈائینز میں وہ معلم موسیقی نظر آتا ہے۔ موسیقی پر کتابیں لکھ کر وہ سامان معاش مہیا کرتا۔ پیرس جانے کے بعد وہ وینس کی فرانسیسی سفارت میں داخل ہوا۔ معمولی قیام کے بعد وہ پیرس چلا گیا۔ جہاں دائڈرو اور گرم سے اس نے دوستانہ تعلقات پیدا کئے۔ ازاں بعد اس نے شادی کر لی۔ ڈیوک آف لکسبرگ نے بھی اسے کچھ عرصہ کے لئے اپنے پاس رکھا۔ لیکن یہاں بھی اس نے فساد برپا کیا۔ ۱۷۶۲ء میں وہ جلاوطن کی حیثیت میں سوئٹزرستان اور انگلستان کی سیر و سیاحت میں اپنے تئیں مصروف پاتا ہے۔ انگلستان میں اس نے ہیوم سے جھگڑا خرید ا۔ ۱۷۷۰ء میں وہ پیرس واپس آگیا۔ ۱۷۷۸ء میں اس نے مارکیوس دی جیراڈن کی دعوت قبول کر لی۔ اس نے وہیں انتقال کیا۔

روسو جدید فرانسیسی ادب کا بانی نظر آتا ہے۔ اس کی تصانیف میں بائرن، شیتوبراں اور جین پال کی رومانیت، گوئٹے اور جارج لینڈ کی حقیقی نیچرت ہی نہیں۔ بلکہ ایسے تمام عناصر موجود ہیں۔ جن سے عصر جدید کا ادب مرکب ہے۔ وہ زولا، جان گوتس اور ہیوگو سے قریب

معلوم ہوتا ہے۔

روسی ادبیات پر روسو کا سب سے زیادہ اثر ہوا۔ لرمنتوف کی روحانیت۔ طالسطائی کے استفسارات، داستوفسکی کی گہرائیاں اور رگورکی کی روانیوں میں فرانس کے زندہ جاوید مفکر کی تصویر نظر آتی ہے۔

"اقبالِ جرم" "عروسِ نو" "میثاقِ ملی" اور "ایملی" پڑھنے والوں پر اپنا جادو کئے بغیر نہیں رہتیں۔ ان کتابوں پر ناقدوں نے قلم اٹھایا۔ لیکن نقد و تبصرہ تنقید و تنقیص سے روسو کی بین الملی شہرت کم نہ ہو سکی۔ روسو نے فطری زندگی کی تعلیم دی: "قدرت نے انسان کو اچھا، آزاد اور خوش بنایا۔ لیکن سوسائٹی نے اسے برا، غلام اور مغموم بنا دیا۔ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدرتی زندگی کی طرف مائل ہو۔ فرد اور جماعت کی مساوات سے۔ ریاست کی سیادت دراصل رعایا کی فلاح و بہبود ہونی چاہئے۔ اگر انسان اصولی طور پر اچھا ہو۔ تو خدا کے وجود کا امکان یقینی ہے۔ کہ وہ اس عظیم قوت کی طرف لوٹے۔"

روسو کی تعلیمات انسان کو فطری زندگی بسر کرنے کی طرف مائل نہ کر سکیں۔ اگرچہ وہ خود قدرت کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر زندہ رہا۔ اس کی تصنیف "اقبالِ جرم" میں باغات میں بیٹھ کر پھل کھانے کا تذکرہ موجود ہے۔ روسو نے الپس اور سوئٹزرلینڈ کے میدانوں اور وادیوں کی کشش اور خوبصورتی

فرانسیسی زبان میں اس لطافت سے پیش کر دی۔ کہ گوئٹے کی بھی وہاں تک رسائی نہ ہو سکی۔

روسو نے فن کو ادبیات، روح کو فلسفہ، اور نفسیات کو سیاسیات میں شامل کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسیات، اخلاقیات، نظم اور افسانہ میں روسو کا اثر موجود ہے۔ روسو اور والیتر کے افکار نے فرانس میں آگ لگا دی ان فلسفیوں کی آتش بیانی نے نوجوانوں کو بیدار کر دیا۔ ان کی کتابیں انقلاب فرانس کا ذریعہ بنیں۔ جب انقلاب فرانس کی موجیں طوفان کی صورت اختیار کئے ہوئے تھیں۔ تو اس طوفان سے بے خبر ایک شاعر خیالستان کی وادیوں میں کھویا ہوا ادبیاتِ فرانس میں نمایاں اضافہ کر رہا تھا۔ یہ تھا اندری شینیر۔

روسو کی شاہراہ مانتیکو اور والیتر سے بالکل مختلف تھی۔ وہ دائیدرو اور ترجو کی ان تجاویز سے متفق نہ تھا۔ جن کے ذریعہ وہ نوعِ انسان کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ اسے یل ویتس کے نظریوں سے اختلاف تھا۔ ہال بش کے مادی فلسفہ کو ماننے سے اس نے انکار کر دیا۔ روسو کے نزدیک ادب و دانش، حکمت و فلسفہ سب انسانی تنزل کے اسباب تھے۔ وہ سوسائٹی کو مصنوعی قرار دیتے ہوئے ہر قسم کی سیاسی تنظیم کو ظلم و استبداد سے تعبیر کرتا ہے۔

"انسان، انصاف پسند اور قابلِ محبت خدا کی منصف اور محبوبِ مخلوق

تھی۔ یہاں تک کہ آرٹ نے حیاتِ انسانی کو اذیت اور معصیت سے آشنا کر دیا۔ آرٹ نے انسان کی سادگی اور شرافت پر حملہ کیا۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ سوسائٹی کی مصنوعی عمارت گرادی جائے۔"

"تہذیب کیا ہے؟ تعیش پسندی!"

"امن کیا ہے؟ ظلم و جور!"

"علم کیا ہے؟ انسانی غلطیاں!"

"عدم مساوات کا خاتمہ کر دو۔ علم و عقل کی زنجیریں توڑ دو۔ انسان کے لئے ضروری ہے کہ ازمنہ قدیم کی سادگی کی طرف لوٹے۔ جہاں معصومی و جہالت میں صدیوں اس نے حقیقی زندگی کے مزے اڑائے۔

جب اہلِ فرانس کی کشتیٔ حیات مصائب و نوائب کے سمندر میں افلاس و تنگدستی کی چٹانوں سے ٹکرا رہی ہو۔ تو روسو کا فلسفہ اپنا اثر کئے بغیر کیونکر رہ سکتا تھا۔ استاذ کی کمزوریوں سے قطع نظر شاگرد اس کے گرد جمع ہو گئے انہوں نے اپنے راہبر سے اس قسم کے سوال کی جرأت نہ کی۔

"کیا وہ سوسائٹی کا اس لئے دشمن ہے کہ وہ اس میں اپنے لئے کوئی جگہ نہ پیدا کر سکا؟"

"کیا وہ دولت سے اس لئے متنفر ہے کہ وہ اسے حاصل نہ کر سکا؟"

ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم روسو کے شیدائیوں کے متعلق اس

قسم کی غلط فہمیاں پیدا کریں۔ جس انسان کی جستجو میں تھے۔ انہیں وہ مل گیا۔ جس چیز کی تلاش میں نکلے انہیں حاصل ہوگئی۔ وہ جانتے تھے کہ انہیں راستی، پاکیزگی، اور انصاف کی دعوت دی جا رہی ہے۔ انہیں علم تھا۔ کہ جس جور وستم کے خلاف انہیں بغاوت پر آمادہ کیا جا رہا ہے وہ ان کے ذاتی تجربوں میں آچکا ہے۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے تھے، کہ روسو کی فصاحت انہیں انسانی بلندیوں کی طرف لے جائیگی۔ انہوں نے پہلی مرتبہ وہ الفاظ سُنے۔ جو اعجاز حیات سے کم نہ تھے۔

روسو کی کتابوں کو تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اسلئے کہ وہ اٹھارہویں صدی کے اندرونی حالات ہم تک پہنچاتی ہیں۔ ہم عصروں میں سب سے زیادہ روسو اپنے زمانہ پر اثر انداز ہوا۔ اگر اسے رومانی تحریک کا بانی تسلیم کیا جائے۔ تو کون ہے۔ جو اسپر معترض ہوگا؟ المانی رومان پسندوں پر روسو کا بہت بڑا اثر ہوا۔ انیسویں صدی کا ادب روسو کا مرہون منت ہے۔ کانت اور ہیگل دبستانِ روسو کے طالب علم تھے۔ بلاشک وشبہ وہ المانی اور برطانی آئیڈیل ازم کا پیشرو ہے۔

۱۷۵۰ سے قبل اس کی کوئی قابلِ ذکر تصنیف نظر نہیں آتی۔ وہ "اقبالِ جرم" میں لکھتا ہے۔ کہ ۱۷۴۳ء میں جبکہ وہ وینس کی فرانسیسی سفارت میں مقیم تھا۔ تو اسے سیاسی نظام ناموں پر ایک کتاب لکھنے

کا خیال پیدا ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکا۔ ۱۷۴۹ء میں دی جان کی اکاڈیمی نے ایک علمی موضوع پر تحریری مقابلہ کی دعوت دی۔ جس میں روسو نے انعام حاصل کیا۔ موضوع زیرِ بحث یہ تھا:۔

"کیا آرٹ اور سائنس کی ترقی نے انسانی اخلاق کو درست کیا۔ یا انہیں تباہ کر دیا؟"

اگلے سال مصنف نے اس رسالہ کو شائع کیا۔ روسو بہت جلد مشہور ہوگیا۔ وہ اب فرانس کے ادبی کارواں کا میرِ قافلہ تھا۔ ادیبوں، فلسفیوں، حکیموں اور شاعروں نے اس کی مخالفت کی۔ پولستان کا پادشاہ بھی اس بے خانماں اور آوارہ فلسفی کے دشمنوں میں نظر آنے لگا۔ روسو ان سب کا جواب دیتا۔ اس علمی جنگ نے روسو کے ذہن کو بہت تیز کر دیا۔ بارہ سال کے مطالعہ، مناظرہ، اور مباحثہ کے بعد روسو نے "میثاقِ ملی" پیش کی۔

"انسان آزاد پیدا ہوا ہے۔ لیکن اسے ہر جگہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا"۔ ان الفاظ سے میثاقِ ملی کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہی کتاب انقلابِ فرانس کا سب سے بڑا ذریعہ بنی۔ اس کی ضخامت ایکسو ایک صفحات سے زیادہ نہیں۔ تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ جمہوریت کا کوئی پہلو بھی اس میں نظر انداز نہیں کیا گیا۔ "میثاقِ ملی" شاہراہِ آزادی کا سنگِ میل

ہے۔ اس کتاب کا سب سے زیادہ نام لیا جاتا ہے۔ لیکن سب سے کم مطالعہ میں یہی کتاب آتی ہے[1]۔

"میثاقِ ملی" میں روسو نے اپنے افکار کو اس عمدگی، سادگی اور ترتیب سے پیش کیا۔ کہ حریت پسندوں میں اس نے مشعلِ انقلاب کا کام کیا۔ ژین ژاکس روسو کی کتاب فرانس کے اطراف واکناف، وادیوں اور مرغزاروں میں پیامِ انقلاب لئے بادِ صبا کی طرح گذر گئی ——— شاہی محلات سے ٹکرائی تو بادِ سموم ہوگئی ——— !!

نقد و تبصرہ کرنیوالوں نے روسو کو مکتبِ عظمت سے نکالنے کی کوشش کی۔ انہوں نے عہدِ قدیم کے مصنفوں کی کتابوں کے ساتھ ساتھ "میثاقِ ملی" کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا۔ کہ روسو اصلیت سے خالی اور "میثاقِ ملی" طبعزاد نہیں۔ بلکہ قدیم مفکروں کے افکار کی مرہونِ منت ہے۔ اگر وہ تاریخ کی روشنی میں "میثاقِ ملی" کا مطالعہ کرتے۔ تو انہیں واضح ہو جاتا۔ کہ جس طرح ہوکر سے روسیو تک تمام فلسفی بائبل سے افادہ حاصل کرتے رہے، یا جس طرح ہیگل سے سپنسر تک کے فلسفیوں کی بنیاد مسئلہ ارتقا رہا ہے۔ ٹھیک اسی طرح روسو عقدِ اجتماعی کے نظریہ کا قایل تھا۔ اور اس نے قدیم مسائل کو جدید نظریوں میں تبدیل کر دیا۔

---

[1] ام دری فس

احترام کرو روسو کا اس کی کمزوریوں کے باوجود:

اے انسانیت سے محبت کرنیوالو!

احترام کرو اس شخصیت کا جس نے آزادی کا گیت گایا۔

ان لبوں پر بوسہ دو جنہوں نے صداقت بیان کی۔

احترام کرو، اس انسان کا،

جس نے فرانس میں انقلاب پیدا کر دیا۔[1]"

ان فلسفیوں کے افکار نے آگ کا کام کیا۔ انقلابِ فرانس سے چند سال قبل غیر منظم لیکن انتہائی درجہ جوش و خروش کا زمانہ تھا۔ انسان کو اپنی عظمت اور معاشرتی نظام کی پیدا کردہ ذلت کا احساس ہو چکا تھا۔ یورپ کے ہر ملک میں تغیر اور انقلاب کی ایک برقی لہر دوڑ رہی تھی۔ مفکر اور متکلم دونوں کسی آنے والے انقلاب کا تذکرہ پُر اُمید اور پُر جوش طریقوں سے کرتے۔ فرانس اور اس کے باہر فلسفیانہ مباحث کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ جرمنی کے صنعتی شہروں میں مزدور کام سے فارغ ہونے کے بعد انسانی مصائب کا افسانہ چھیڑتے۔ ہسپانیہ، پرتگال، فرانس اور انگلستان کے مدبروں کی زبان پر انسانی برتری کی داستان

---

[1] اینی بیسنٹ۔

تھی۔ ترجو، تنکر، فاکس، اور پٹ کی اصلاحات عمل میں لائی گئیں۔ امریکی جنگِ آزادی نے اِن تمام دلچسپیوں میں نمایاں اضافہ کر دیا۔ یورپ سے رضا کاروں کی ٹولیاں، سیاسی مطمحِ نظر کی خاطر نئی دنیا کا سفر اختیار کرتیں۔ تاکہ قدیم دنیا کو جدید افکار سے روشناس کر سکیں۔ امریکی جنگ آزادی کی داستان فرانسیسی نوجوانوں کے خون سے لکھی ہوئی ہے

"نشاۃِ ثانیہ" نے یورپ کو حیات بعد الموت کی جگہ ارضی زندگی کو بہتر بنانے کی ترغیب دی۔ مغرب کے مقید ذہن کو وسعت کا راستہ دکھایا۔ بایں ہمہ کہنے والوں نے اسے ملحدانہ ردِ عمل قرار دیا۔ کبھی نشاۃ ثانیہ کو بے دینی اور الحاد بتایا گیا۔ کبھی اس تحریک کو آزادی، عقل۔ قوتِ ارادی ایمان اور ایقان کے خلاف بغاوت بنانے کی ناکام سعی کی گئی۔ لیکن سر طامس مور نے اِس تحریک میں ایک ارضی بہشت تصور قائم کیا۔

سر طامس مور زمین پر خدا کی پادشاہت کا قائل تھا۔ خدا کی پادشاہت کیا ہے؟ خدا کی پادشاہت صرف اسی صورت میں قائم ہو سکتی ہے۔ جب انفرادی ملکیت مفقود۔ اور انسان انسان پر حکمران نہ ہو۔

"نشاۃ ثانیہ" نے جستجو کرنیوالوں کو نئی دنیا بخشی۔ پندرھویں صدی کے نصف سے زائد تک زمین کے متعلق انسانی معلومات بہت محدود تھیں۔ انسان صرف یورپ۔ ایشیا۔ اور افریقہ کے ساحلی علاقوں سے آگاہ تھا

۱۴۹۲ء میں کولمبس ہسپانیہ سے پہلی مرتبہ روانہ ہوا۔ ۱۴۹۷ء میں جان کابت نیوزی لینڈ پہنچا۔ ۱۴۹۸ء واسکوڈے گاما راس امید کے راستہ سمندروں کا سینہ چیرتا ہوا ہندوستان کے ساحل پر آلگا۔

ایشیا اور یورپ کے تعلقات ازمنۂ قدیم سے چلے آتے تھے۔ قدیم تجارتی شاہراؤں میں شام کا راستہ سب سے پرانا ہے۔ صدیوں ہندوستان اور مشرقِ بعید کی اشیاء خلیج فارس کے راستہ فونیشیا پہنچتی رہیں منگول اور تاتاری حملوں سے بالآخر یہ تجارتی راستہ بند ہوگیا۔

۱۵۱۶ء میں شام ترکوں کے قبضہ میں تھا۔ چونکہ ترک غیر تجارت پیشہ لوگ تھے۔ اس لئے تسخیرِ قسطنطنیہ کے بعد وسط ایشیائی تجارتی راستے بھی غیر آباد ہوگئے۔ تیسرا تجارتی راستہ نیل تھا۔ جہاں سے اشیاء اسکندریہ پہنچکر مختلف مغربی ممالک میں وینس اور جینوا کے ذریعہ پہنچادی جاتیں۔ ترکی فتوحات سے وینس اور جینوا کی تجارتی گرم بازاری سرد ہوگئی۔

اگر قومی تعصب، نسلی تنفر، مذہبی جوش اور تجارتی مفاد نے مہم پرداز دلوں میں تڑپ پیدا کی۔ تو سائنس اس تڑپ کی تکمیل کا ذریعہ بنی۔ قطب نما کی ایجاد نے بحری سفر اور جغرافی انکشاف میں بڑی مدد دی۔ سر سڈنی کے نزدیک ان بحری سفروں کی اہمیت صرف جغرافی انکشافات ہی نہیں بلکہ چشمِ انسان سے جہالت اور تنگ کا پردہ ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا جس

زمین کے متعلق انسان کا یہ خیال تھا۔ کہ وہ کائنات کا سب سے بڑا حصہ ہے اب اُسے معلوم ہوا۔ کہ وہ محض ایک حقیر ٹکڑہ ہے . . . . جدید دریافت صرف جغرافی لحاظ سے ہی اہم نہیں۔ بلکہ اس نے انسانی ذہن کو بلندیوں کا راستہ دکھایا۔

نشاۃ ثانیہ کا معاشری نتیجہ تحریک اصلاح تھی۔ جرمنی اور انگلستان میں نشاۃ ثانیہ اور تحریک اصلاح متوازی تھیں۔

ان دونوں تحریکوں نے ملی تنظیم اور جدید طرز حکومت کی طرح ڈالی ازمنہ وسطیٰ میں یورپ کا سیاسی نظامِ مقدس رومی سلطنت اور کلیسا کے اتحاد پر تھا۔ ۱۴۵۳ء کے تاریخی واقعات نے نہ صرف مشرقی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ بلکہ ایک نئی قوم یورپ میں آباد کر دی۔ جنگِ صد سالہ کے اختتام پر فرانس اور انگلستان میں قومی جذبات مستحکم ہو گئے۔ قدیم جاگیرداری اور امرائیت کی جگہ پادشاہت سر نکال رہی تھی۔ مغرب کی قومیت نے بہت جلد بین الملی رقابت کو سیاسیات کا بہت بڑا اسفر بنا دیا۔

برِاعظم یورپ کی تاریخ میں فرانس نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ سولہویں صدی کی مغربی تاریخ فرانس کے بادشاہوں اور ہیپسبرگ شہنشاہ کی نبرد آزمائی سے عبارت ہے۔ سترہویں صدی بلاشک وشبہ لوئی چہاردہم کا عہد تھی۔ اٹھارہویں صدی میں فرانس تنزل وانحطاط کی طرف جا رہا تھا۔

۱۸۱۵ء سے ۱۸۷۰ء فرانسیسی انقلابات مغربی ممالک کے نوجوان دلوں کو گرماتے رہے۔ ۱۸۷۰ء سے ۱۹۱۸ء تک یورپ کی سیادت پیرس سے چھین کر برلن کے حوالہ کر دی گئی۔ اس مختصر باب کا مقصد ان ادوار کا طائرانہ مطالعہ ہے۔ جن سے گذر کر فرانس بادشاہت کے مدارج تک پہنچا۔ نیز ان اسباب کا اجمالی تذکرہ۔ جو فرانس کی قیادت میں کام آئے۔

فرانس کی سرزمین قدرت کے عطیات کا بہترین نمونہ ہے۔ جغرافی لحاظ سے اس کی اہمیت صرف انگلستان سے کم ہے۔ شاید ہسپانیہ سے بھی۔ رودبارِ انگلستان اور بحیرہ روم اس کے ساحلوں کو چومتے ہیں۔ فرانس کا محل وقوع۔ وطنی تحفظ اور تجارت دونوں کے لئے مناسب و موزون ہے۔ اس کی بندرگاہیں تعداد میں کم ہونے کے باوجود مفید اور کارآمد ہیں۔ اس کے دریا تجارتی کشتیوں کے لئے بادِ مراد ہیں۔ جنوب میں پائیرینز وہی کام کرتے ہیں۔ جو ہندوستان کیلئے ہمالیہ۔ جنوب مشرق میں ایلپس اس کی حفاظت کیلئے سینہ سپر ہے فرانس کی مشرقی سرحدیں ہمیشہ سے بحث طلب چلی آتی ہیں۔

وادیِ رائین کس کی ملکیت ہو؟

اہلِ فرانس کی یہ فطری خواہش رہی ہے۔ کہ وادیٔ رائین ان کے قبضہ میں رہے۔ کارڈنیل رشلو نے کہا کہ میری وزارت کے پیشِ نظر قدیم

گاآل کی سرحدوں کا قیام تھا۔ کیونکہ یہی فرانس کی قدرتی سرحدیں ہیں۔
رشلو کی یہ خواہش ہوا و ہوس پر مبنی تھی۔ کیونکہ قدیم گال سے اس کی مراد
اس تمام علاقہ سے تھی۔ جو سلسلۂ پائیر نیز۔ بحر روم۔ ایلپس اور رائین سے
ہوئے تھے۔ یعنی موجودہ فرانس بلجیئم۔ یکسم برگ۔ ہالینڈ کا تھوڑا حصہ
پروشیا کا تھوڑا حصہ۔ علاقہ لورین السیک اور ریلائی نیٹ۔

۱۸۱۳ء میں نپولین مشرنخ کے پیش کردہ شرائط قبول کر لیتا۔ تو
فرانس انہیں علاقوں پر مشتمل ہوتا۔ اگر نپولین اطیر لشی مدبّر کی طرف دست
تعاون بڑھاتا۔ تو کارڈینل رشلو اور دوسرے فرانسیسی محبانِ وطن کا دیرینہ
خواب پورا ہوتا۔ کارسیکا کے تقدیر آزما عہد کے سوا فرانس کی مشرقی
سرحدیں کبھی بھی حسبِ منشا نہ ہو سکیں۔

چار سو سال تک گال رومیوں کے زیر اقتدار رہا۔ روم نے
انگلستان اور گال دونوں کو طرزِ حکومت سے آشنا کیا۔ گال پر رومی حکومت
سخت اور شدید نہ تھی۔ بلکہ مفید اور نرم گاآل لوگ بہت زیادہ غلامانہ
زندگی بسر کرنے پر مجبور نہیں کئے جاتے تھے۔ گاآلی امراء۔ رومی مجلس شاذ و نادر
میں شامل ہوتے۔ گال نے رومی تہذیب اختیار کر لی۔ گال کی زبان،
قانون سیاسیات معاشرت صنعت تعلیم سب کے سب رومی ہو گئے۔
رومی سیاست کے ساتھ رومی مذہب نے بھی گال میں مداخلت کی۔

گال نے عیسائیت قبول کرلی۔ تین سو برس تک (۵۰ ق م۔ ۲۵۰ء) رومی حکومت پُرامن رہی۔ تیسری صدی کے نصف سے رومی سلطنت کو زوال آنا شروع ہوًا۔ گال میں رومیوں کی جگہ یونانیوں نے حاصل کی مفتوح گال نے فاتحین کو اپنا تمدن پیش کیا۔ جسے قبول کرنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔

۹۸۷۔ ۱۳۲۸ سے فرانس میں کاپت خاندان حکمران رہا۔ اس خاندان کے تین بادشاہ فلپ آگستیس (۱۱۸۰۔ ۱۲۲۳ء) لوئی یازدہم (۱۲۲۶۔ ۱۲۷۵ء) اور فلپ چہارم (۱۲۸۵۔ ۱۳۱۴ء) ازمنہ وسطیٰ کے مشہور حکمران ہیں۔ ان پادشاہوں کے بعد فرانس کا تاج وراثت میں ملنا شروع ہوًا۔

پادشاہ کی قوت میں کلیسا کی حمایت سے بہت زیادہ تقویت پہنچی۔ صلیبی جنگوں نے خود مختار اور مطلق العنان پادشاہوں کے لئے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ نظام جاگیرداری ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ صلیبی جنگوں نے نظامِ جاگیرداری کو چکنا چور کرنے کے بعد پادشاہت کے ہاتھ مضبوط کر دیئے۔ وہ تاج کی حمایت کے طواف میں مصروف ہوگئے۔ پادشاہت اپنی تقویت کے لئے ان کی معاونت پر کمربستہ ہوگئی۔

صلیبی جنگوں نے فرانسیسی پادشاہت کا اس طرح استحکام کیا کہ مجاہدوں کے لائے ہوئے قوانین پر عمل کرنے سے جاگیرداری کا خاتمہ کردیا۔ فرانس میں اب بادشاہت ہی کو اختیار تھا کہ وہ اپنا سکہ چلائے اپنی علیحدہ فوج رکھے۔ رعایا کے لئے از خود قوانین مرتب کرے۔ اس نئے نظام سے فرانس میں پیرس پارلیمنٹ اور سٹیٹس جنرل دو نئے ادارے پیدا ہوئے۔

جنگِ صد سالہ نے فرانس کے ارتقا میں بہت مدد دی۔ فرانسیسی حکومت کی حدود وسیع اور پادشاہت استوار ہو گئی۔

اس طویل جنگ میں فرانس کو نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔ زمین بنجر ہو گئی۔ امیر امیر سے۔ قریہ قریہ سے۔ قلعہ قلعہ سے بر سرِ پیکار تھا۔ امراء ختم ہو گئے۔ شہروں نے اپنی سیاسی اور تجارتی اہمیت کھو دی۔ کلیسا کُلبہ۔ راہب۔ عالم۔ امیر غریب سب اس مصیبت کا شکار ہوئے۔ ہاں اگر لاکھوں انسانوں کا خون کسی نخل کو سینچ سکا۔ تو وہ شجرِ ملوکیت تھا۔

پندرھویں صدی کے اختتام پر فرانس پادشاہت کا مرکز ہو چکا تھا۔ جاگیرداری کو حمایتِ مذہب نے ایک اور موقع دیا۔ کہ وہ کاروانِ انسانیت کو پھر اسی طرف لے چلے۔ جہاں سے اس نے بمشکل تمام جان بچائی تھی۔ جاگیرداروں کے دامن نے دینی فسادات کے شعلوں کو اٹھنے

ہوا دی کہ انسانی حقوق کا بُت اس میں جلکر راکھ ہوجائے۔
پروٹسٹنٹ اور کیتھولک رہنماؤں نے مداخلت کی خواہش ظاہر کی۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہوتے۔ تو فرانس کی نئی متحدہ ریاست ختم ہوجاتی۔ تاج نہ صرف پادشاہت اور کیتھولک کلیسا کے لئے برسرپیکار تھا۔ بلکہ فرانس کی حفاظت کے لئے بھی۔ فتویٰ نینٹس (۱۵۹۸ء) نے مذہبی منافقت ختم کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ فرانس کے اندر ایک اور ریاست پیدا ہوگئی تاہم پادشاہ کی سیاسی قوت بہت مضبوط تھی۔
کارڈینل رشلو پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی سیاسی تنظیم برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے اس نے سختی اور تشدد سے انہیں کچلنا چاہا رشلو نے جاگیرداری کو اس سختی سے دبایا۔ کہ سرزمین فرانس میں وہ دوبارہ سر نکال نہ سکی۔
جب لوئی چہاردہم فرانس کے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ تو یہ تخریبی عمل مکمل ہوچکا تھا۔ شاندار پادشاہوں کی وراثت کے حامل لوئی چہاردہم (۱۷۱۵-۱۶۴۳ء) کے عہد میں فرانس اپنی عظمت کے انتہائی مدارج طے کررہا تھا۔

لوئی چہاردہم ۱۶۳۸ء میں پیدا ہوا۔ ۱۶۵۱ء میں اسے بالغ قرار دیا گیا۔ ۱۶۶۱ء میں میزرین کی موت کے بعد اس کی حکومت کی ابتدا ہوئی

۱۷۱۵ء میں لوئی چہاردہم اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگیا۔

لوئی چہاردہم نے اپنے عظیم الشان کام کی تکمیل کے لئے انتہائی درجہ قابلیت صرف کی۔ حکومت کا ایک خاص نظریہ قائم کیا گیا۔ پادشاہت کی ذمہ داریوں کا احساس ہوا۔ لوئی چہاردہم ایوانِ پادشاہت کا ہارون اکبر۔ سلیمان۔ اور الزبتھ کی طرح ایک رفیع ستون تھا۔ اس کا دربار محمود غزنوی کی طرح حکیموں۔ شاعروں اور فلسفیوں کی آماجگاہ تھا۔ فرانس کا تمدن یورپ کے بلند طبقوں میں بے حد مقبول و محبوب تھا۔ لوئی ہر سانس پادشاہت کی فضا میں لیتا۔ اس کی عظمت و رفعت اور بلندی نے کبھی بھی سنجیدگی کے دامن کو نہ چھوڑا۔ فریڈرک اعظم کی طرح اس کی پیشانی ہمیشہ عرق آلود رہتی "محنت سے انسان حکومت کرسکتا ہے۔ محنت ہی کے لئے حکومت کی جاتی ہے۔ پادشاہت کی خواہش اور محنت سے گریز خدا کی ناسپاسگذاری اور انسانیت پر سب سے بڑا ظلم ہے۔" یہ الفاظ لوئی چہاردہم کی زبان سے سنے گئے۔ لوئی کے پیش نظر فرانس کی داخلی تنظیم اور خارجی عظمت تھی۔ وہ فرانس کو مغرب کی سیاسی زمین کا محور بنانا چاہتا تھا۔ فرانس اس کے نزدیک ادب و دانش کا بین الملی مرکز تھا۔

لوئی فرانس کا مطلق العنان پادشاہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسکے عہد میں سٹیٹس جنرل سے کبھی کسی متفکر کی صدا نہ اُٹھی۔ پارلیمنٹ

کے دروازوں پر شاہی قفل لگا دیئے گئے ۔ صوبائی آزادی ختم ہو چکی تھی۔ کلیسا تاج کے پاؤں پر تھا۔ لوئی چہاردہم فخریہ کہتا "میں ریاست ہوں"۔

۱۶۸۳ء کے بعد لوئی چہاردہم کی سلطنت وشوکت کا آفتاب غروب ہونا شروع ہوا۔ اس کے افق تقدیر پر ادبار کے بادل چھا گئے ۔ فرانس مسرت سے محروم کر دیا گیا۔ یورپ کا امن خطرہ میں تھا۔ اس کی ہوا و ہوس نے فرانس کے خزانے خالی کر دیئے ۔ اس کی اس خواہش نے کہ وہ اپنی رعایا کے جسموں کے ساتھ ان کے ضمائر پر بھی حکمران ہو۔ انقلاب کے لئے راستہ پیدا کیا۔ پروٹسٹنٹ عیسائیوں کا خون انتقام کی دیوی کی صورت میں نمودار ہوا۔ لوئی چہاردہم کی پاپائیت کا فرانس میں وہی درجہ ہے۔ جو ہنری ہشتم کا انگلستان میں ــــــ "میرے بعد طوفان" کہتے ہوئے لوئی چہاردہم نے ۱۷۱۵ء میں جان دی۔

عہد لوئی کے آسمان عظمت پر ستاروں کی طرح چمکنے والے بال زک دی کارتے' پاسکل ۔ پوسن ۔ مولیئرے ۔ دی زر ۔ لا روش زکاد۔ لورین کارنیل' لافانتین ۔ راسین' بوسیو ۔ بولیو اور فیلون تھے ۔

رشلو اور لوئی چہاردہم نے شخصی حکومت کو انتہا تک پہنچا دیا تھا۔ اسٹیٹس جنرل بالکل ختم ہو چکی تھی ۔ لوئی پانزدہم کے عہد میں فرانسیسی پادشاہت کو زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے جانشین کو تختۂ دار پر لٹکا

دیا۔ انقلاب فرانس کے اسباب و علل لوئی شانزدہم کے عہدِ حکومت سے قبل فرانس کی تمدنی، معاشرتی، دینی اور سیاسی زندگی میں تلاش کرنے چاہئیں۔

لوئی چہاردہم بلاشبہ فرانس کا سب سے بڑا بادشاہ تھا لیکن اس کی یہی "عظمت" انقلاب فرانس کا باعث بنی۔ جاگیرداری کے خاتمہ کے بعد فرانس میں بادشاہت مستحکم و مضبوط ہوگئی۔ بادشاہت کا یہی استحکام انقلاب کا موجب بنا۔ جاگیردارانہ نظام حکومت کے خاتمہ کے بعد فرانس میں جو جدید طرزِ حکومت قائم ہوئی۔ اس کا تمام تر اقتدار شاہی کونسل میں مرکوز تھا۔ یہی کونسل تمام اداروں اور شعبوں کی اجارہ دار تھی۔ یہ کونسل عدالت عالیہ تھی۔ کیونکہ اسے تمام عدالتوں کے خلاف قلم اٹھانے کا اختیار تھا۔ مجلسِ قانون ساز کا کام بھی اسی شاہی کونسل سے لیا جاتا۔ کیونکہ سٹیٹس جنرل کا سترھویں صدی کے بعد کوئی اجلاس نہیں ہوا تھا۔ مال اور نظامت بھی شاہی کونسل کے اختیارات میں تھے۔ تمام فرانس پر اسی کونسل کی حکومت تھی۔ محاصل میں کمی اور زیادتی کا حق بھی اسی کونسل کو تھا۔

فرانس میں تاج و کلیسا کے اتحاد نے عوام کی زندگیاں تلخ کر دی تھیں۔ امراء کی طرح ان کا چراغِ تقدس روغنِ انسانیت سے روشن

تھا۔ ان روحانی پیشواؤں نے عوام کو اپنے مفاد کے لئے مادی لذتوں سے محروم کر دیا۔ سرزمین فرانس کا پانچواں حصّہ کلیسا کے قبضہ میں تھا۔ امراء کی طرح کلیسا بھی محاصل کے بوجھ سے آزاد تھا۔ مجلس کلیسا جس کا اجلاس ہر پانچ سال بعد ہوتا۔ ہر بار بادشاہوں سے اپنے لئے مراعات حاصل کرتی۔ علاوہ ازیں مقامی حکام سے ہر وقت کلیسا فائدہ اُٹھاتا۔ کلیسا کے اختیار میں سیاسی اقتدار بھی تھا۔ تمام درسگاہیں کلیسا ہی کے زیرہدایت تھیں۔ احتساب کے کلی اختیارات بھی کلیسا کے صلیبی ہاتھوں میں تھے۔ اقلیم دانش پر کلیسائی کرگس جہالت کے پَر پھیلائے ہوئے تھا۔ ہر مخالف زبان مقراض کلیسا سے کاٹ دی جاتی۔

پادری دولت میں شہر کو شرماتے۔ کیمبرائے کا لاٹ پادری پچھتر ہزار انسانوں پر حکومت کر رہا تھا۔ طولو کے لاٹ پادری کی آمدنی چون ہزار پونڈ سالانہ تھی۔ رون۔ ٹرائے اور سٹرس بورج کے پادریوں کی آمدنی اس قدر تھی۔ کہ ان کے محلات شاہی محلوں کا مذاق اڑا رہے تھے۔

ان پادریوں کی بستی میں غریب اور تباہ حال چھوٹے چھوٹے پادریوں کی کثرت تھی۔ ان پادریوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ جب مذہبی اجارہ داروں کا اپنے ہی بھائی بندوں سے یہ سلوک ہو۔ تو دنیوی افراد کے ساتھ یہ لاٹ پادری کیا کچھ نہ کرتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ انتقام

کے وقت اس قسم کے پادریوں نے انقلاب پسندوں پر انگلی تک نہ اٹھائی اور نہ ہی اُنہوں نے کلیسائی نظام کی حفاظت کی پرواکی۔

یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے کلیسا کے خلاف آواز بلند کی گئی چونکہ کلیسا آزادیٔ رائے اور حریتِ فکر کا دشمن تھا۔ اس لئے سب سے پہلے آزاد مفکروں نے کلیسا کی قیادت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

انقلابِ فرانس میں دینی پیشواؤں کے قتل پر آنسو بہائے جاتے ہیں۔

کیوں؟

کیا اِن دینی پیشواؤں کے وہ مظالم جو اُنہوں نے پروٹسٹنٹ عیسائیوں پر توڑے فراموش کیئے جا سکتے ہیں؟ انقلابِ فرانس انتقام تھا، اِن اصلاح پسندوں کا، جن کے برہنہ جسموں پر کوڑے لگائے گئے۔ جن کے ساتھ حیاسوز سلوک کیا گیا۔ جنہیں زندہ آگ میں کودنے کا حکم دیا گیا۔ جن کی گردنوں پر چاقو چلائے گئے۔ جنہیں بازاروں میں کتوں کی طرح گھسیٹا گیا۔ اُنہیں دینی پیشواؤں نے پیری کی چادر اوڑھے ہوئے باپ اور طوق وسلاسل میں جکڑے ہوئے بھائی کے سامنے ان کی بیٹیوں اور بہنوں کی جبری عصمت دری کی۔

کبھی ان کے منہ میں اُبلتا ہوا پانی ڈالا گیا۔ اور کبھی ان ہاتھوں

پر جو پروردگارِ عالم کے سامنے اُٹھائے جاتے۔ دھکتے ہوئے انگارے سرد ہونے کے لئے رکھ دیئے جاتے۔ ان کے کانوں میں بارود بھر دیا جاتا۔ زخموں پر نمک پاشی ہوتی ——— یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا کہ مظلوم اپنے جدید عقاید سے منہ موڑ لے۔

انقلابِ فرانس میں مرنے والے دینی پیشواؤں کا مقابلہ ان شہیدوں سے کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ ان دینی پیشواؤں کے قاتل وہی لوگ تھے جن کی ماؤں کی بے حرمتی کی گئی۔ اور جن کے باپ قتل کئے گئے۔ انقلابِ فرانس میں ان لوگوں نے دینی پیشواؤں سے انتقام لینا ایک مقدس فریضہ خیال کیا۔

اس کلیسا کی حمایت پر فرانس کی بادشاہت تھی۔ جس کی حماقتوں نے انقلابِ فرانس کے شعلوں کو کلیسائی حمایت کے دامن سے ہوا دی۔ جس نے کلیسا کے لئے فرانس میں حریت فکر پامال کی۔ اور جس کی سفینہ کشتی آزاد خیالی کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی۔

انگلستان کے انقلاب اور اس کے فلسفیوں کے افکار و آراء نے بھی فرانسیسیوں کے سینوں میں استبداد کے خلاف آگ بھڑکا دی۔ بکلے ہمیں بتاتا ہے کہ لوئی چہاردہم کی موت اور انقلابِ فرانس سے قبل شاید ہی کوئی اہم فرانسیسی ایسا تھا ——— جو انگلستان

نہ گیا ہو[1]

شاہی کونسل کے استبداد کلیسا کے اقتدار برطانی انکار اور امریکی جنگ آزادی کے تاثرات نے فرانس کے طبقۂ اولی کی تعیش پسندیوں سے مل کر انقلاب کو قریب سے قریب تر کر دیا۔

فرانس میں طبقۂ اولٰے ایک جداگانہ جماعت تھی۔ جس کے افراد تقریباً چالیس ہزار تھے۔ یہ جماعت محاصل سے بری متعدد مراعات کی حامل تھی۔ تخت و تاج کی کمزوری ان کی تقویت کا باعث ہوتی۔ اگر پادشاہ طاقتور ہوتا۔ تو وہ انہیں کلیسا و ریاست کے سب سے بڑے عہدوں پر سرفراز کرتا۔ غربا کی تنگدستیوں سے یہ امراء قطعی طور پر ناواقف

---

[1] مشرقی ممالک کے نوجوان جب برلن۔ پیرس۔ آکسفورڈ او کیمبرج کی درسگاہوں سے تعلیم پا کر لوٹے تو انہوں نے اپنے اپنے ملک میں وہی بلند خیالی آزادی اور ارتقا پیدا کرنے کی کوشش کی جنگ عظیم میں جب مشرق و مغرب متصادم ہوئے۔ تو مشرقیوں کو اپنی کمزوریوں کا احساس ہوا انہوں نے مغرب کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا جو ابھی تک سرنگوں نہیں ہو سکا۔

اسی طرح وہ فرانسیسی سپاہی جو امریکہ کی جنگ آزادی میں حصہ لینے کے بعد فرانس لوٹے تو انہوں نے بھی اپنے ملک میں انقلاب کی خواہش ظاہر کی۔

(مصنف)

ہوتے۔ رشلو کی حکمت عملی نے اگرچہ ان امراء کا خاتمہ کر دیا تھا۔ تاہم انقلاب کے زمانہ میں لاوندی کی امرائیت نے پادشاہت کی حفاظت کیلئے تلوار اٹھائی۔

جب عوام تباہی و بربادی کے جہنم کے سرمدی عذاب میں مبتلا تھے تو شاہی ایوانوں میں نفسانی خواہشات کی تکمیل انقلاب کے لئے راہ پیدا کر رہی تھی۔ اگر ایک طرف ناداری محبت کے لطیف جذبات فنا کر رہی تھی۔ تو دوسری طرف شراب و شباب کی بستیاں بسائی جا رہی تھیں۔

روم کے بدترین ایام کا نقشہ پیرس اور ورسائی میں نظر آنے لگا۔

لوئی پانزدہم کے سن بلوغت سے قبل مختار نے اخلاقی پستی کا ایسا مظاہرہ کیا۔ جس کی مثال اقوام عالم کے ازمنۂ عروج و انحطاط میں ملنی دشوار ہے عوام شاہی محل کے الفاظ برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس نے فرانس کی عزت و عظمت کی امانت بدکردار اور عصمت فروش عورتوں کے سپرد کر دی۔

ڈیوک آف اورلینز کی بدمستیوں میں ہر شب ایک سو پچاس گز رتوں کی برہنگی کا اضافہ ہوتا۔

شاہی دربار فضول خرچیوں کیلئے مشہور ہو چکا تھا۔ ورسائی کی شان و شوکت حد سے متجاوز کر گئی۔ شہزادوں اور شہزادیوں کے خدام کی

اس قدر کثرت تھی۔ کہ ملکہ کے خادموں کی تعداد پانچسو اور بادشاہ کے ملازم ایک ہزار کے قریب تھے۔ لوئی چہاردہم نے ایک محل پر تیس ملین پونڈ صرف کئے۔ لیکن اس کا جانشین تیس لاکھ پونڈ میں "آہو چشم" خرید کرتا ہے۔ شاہی دربار میں بادہ کشوں کی بلانوشی عصیاں کے خم خالی کردیتی۔ حسین ترین فرانسیسی لڑکیوں کی برہنگی۔ قدوقامت اور متناسب اعضا۔ خود باختہ شرابیوں پر جو کیفیت طاری کرتے۔ اس کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ عشرت کدوں کی مخمور فضاؤں میں عوام کی تباہی و بربادی کا احساس کیونکر ممکن تھا؟

طبقہ اول کی طرح طبقہ متوسط بھی شاہی مراعات کا حامل تھا۔ اس طبقہ کے افراد حکومت کے مختلف شعبوں کے عہدے خرید کر فائدہ اٹھاتے۔ دونوں طبقوں کی یہ کیفیت ہو تو محاصل کا بوجھ مزدور پاکسان کے کندھوں کے سوا اور کون اُٹھا سکتا تھا؟

عوام سے روپیہ پیسہ چھین کر انہیں اس قدر مفلس اور غریب کردیا گیا۔ کہ خود مفلسی کو اپنے شکاروں پر رحم آتا ــــ لیکن مظلوم رعایا کی مصیبتوں پر پادشاہت کی آنکھیں کبھی تر نہ ہوئیں ــــ سرکاری عہدہ دار ہر سال دیہاتی آبادی کو مجبور کرتے۔ کہ وہ سڑکیں بنائیں۔ اور پل تیار کریں۔ لیکن اُجرت کے لئے ایک لفظ بھی زبان پر نہ

لائیں ۔ جادہ پادشاہت اپنے خون اور پسینہ سے تیار کرنیوالے نانِ شبینہ کے لئے غریب رعایا ہی کے دروازوں پر دستک دیتے اگر کام حسبِ منشا نہ ہوتا۔ تو اُنہیں پیٹ پر پتھر باندھ کر دوبارہ کام کرنا پڑتا۔

ان کے چہرے محنت، تمازت، اور کمیٔ خوراک سے اُترے ہُوتے۔ ان کا لباس کہنیوں اور گھٹنوں سے پھٹا ہوتا۔ سرد ہوائیں ان کے ہونٹوں کو نیلا اور خون سرد کر دیتیں ۔ ہر شب ستارے ان کی زبوں حالی کا تذکرہ کرتے۔ ہر صبح شبنم ان کی دُرگوں بختی پر آنسو بہاتی ۔

فرانس کا کسان اپنی مزرع ہستی میں بدبختی کے بیج بوتا ۔ اس کی رفیقہ حیات اس سے ہم کلام ہونے سے پیشتر جاگیردار کی نفسانی خواہش بجھانے پر مجبور کی جاتی۔ اس کے کھیت شکار گاہوں کا کام دیتے۔ جب آقا اس کی متاعِ حیات لوٹ لیتا۔ تو مذہب کے نام پر دینی پیشوا اس کے روحانی ارتقا کا معاوضہ شائی لاک کی طرح اس کے جسم سے گوشت کاٹ کر وصول کرتے۔

ان مظالم نے فرانس میں گداگروں کی تعداد میں اضافہ کر دیا تھا۔ انہیں مطبخ کی جگہ زنداں بھیجدیا جاتا۔ ۱۷۶۷ء میں پچاس ہزار

گداگر گرفتار کئے گئے۔ لیکن دس برس بعد ان بے ساز و برگ انسانوں کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ تھی۔ پادشاہت کے زوال کے بعد انہیں لوگوں نے امراء سے انتقام لیا۔

شاہی کونسل کی مرکزیت، کلیسہ کے مظالم، امریکی اور برطانی افکار کے تاثرات، امرا کی تعیش پسندی۔ تاج و تخت کی بے نیازی، طبقہ متوسط کو مراعات، کسان کی بدبختی مزدور کی بربادی، اور گداگروں کی کثرت اٹھارھویں صدی کے فرانس کا آئینہ ہیں۔

انقلاب

لوئی پانزدہم کی موت کے بعد دس مئی ۱۷۷۴ء کو لوئی شانزدہم تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت لوئی کی عمر بیس اور ملکہ فرانس کا سِن اٹھارہ سے زیادہ نہیں تھا۔ ملکہ حسن کی جیتی جاگتی تصویر تھی دربار میں اس کے اردگرد نوجوانوں کا اجتماع رہتا۔ جب لوئی شانزدہم کے سر پر پہلی مرتبہ تاج رکھا گیا تو اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا "تاج مجھے تکلیف دیتا ہے"۔ لوئی اپنا زیادہ وقت شکار میں صرف کرتا قفل سازی اسکا شغل تھا۔ شاید وہ اپنے ایوانِ تقدیر کے لئے بھی کوئی قفل تیار کر رہا تھا؟ لوئی کے خیال میں رعایا کے لئے خدا کی طرح پادشاہ کی

.... اطاعت بھی فرض تھی۔ لوئی ذہنی اعتبار سے ایک پست انسان تھا۔ اس کی ملکہ انطونیہ سیاسی معاملات میں بہت زیادہ دخیل تھی۔ اس کی یہ مداخلت انقلاب کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ لوئی کی تخت نشینی کے وقت فرانس میں ذہنی انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ فرانس کے فلسفی اور ادیب اپنا کام کر چکے تھے۔ لوئی کے ابتدائی ایام حکومت ہی میں حریت فکر نے اپنے لئے جگہ پیدا کرلی تھی۔ لوئی کے لئے انقلاب کو روک دینا ناممکن تھا۔ فرانس کا شاہی خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ عوام استبداد سے عاجز آچکے تھے۔ نظم و نسق کا سرے سے وجود ہی نہیں تھا۔ تاج کی طرف سے سرکاری عہدے فروخت ہوتے تھے۔ فرانس کی ساری آبادی تین طبقوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ اہل کلیسا، امراء، اور عوام ——— پہلا طبقہ، دوسرا طبقہ اور تیسرا طبقہ۔ اہل کلیسا اور امرا بڑے مزے میں تھے۔ لیکن عوام انتہائی درجہ افلاس اور مصیبت میں ایام زیست کاٹ رہے تھے۔ تباہ حال اور غریب تمام ٹیکسوں کا بار اٹھاتے ہوئے تھے۔ حکومت ان ٹیکسوں کی وصولی کا ٹھیکہ نیلام کرتی۔ چنانچہ ٹھیکیدار محاصل وصول کرتے وقت کونسا ظلم روا نہ رکھتے ہونگے؟

ایک محصل فرانس کے کسی گاؤں میں پہنچ چکا ہے "ٹیکس دو"

اس نے غریب کسانوں سے کہا: "حضور کھانے کے لئے کچھ نہیں ملتا۔ ٹیکس کہاں سے دیں؟" ایک کسان نے جواب دیا۔ "کپڑے اتار لو" محصل نے اپنے ملازموں سے کہا۔ ظالم اور بے رحم محصل نے اس غریب کو سردی سے مرجانے کے لئے ننگا چھوڑ دیا۔ یہی محصل ایک بڑھیا کے ہاں پہنچ کر ٹیکس کا مطالبہ کرتا ہے۔ "میرے پاس کوئی پیسہ نہیں، رحم!" اس نے کہا۔ "اس بڑھیا کے برتن قرق کر لو" محصل نے حکم دیا۔ بڑھیا ان الفاظ کو سنتے ہی اپنے "جامِ سفال" سے چمٹ گئی۔ لیکن "جامِ جم" کے محافظ کے حکم سے اس بڑھیا کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ جب ایک فرانسیسی افسر سے کہا گیا کہ لوگوں کے پاس اتنا پیسہ بھی نہیں کہ وہ نان شبینہ تک خرید سکیں۔ "وہ گھاس پر زندہ رہیں" اس متکبر نے جواب دیا۔ انقلاب فرانس کے ابتدائی ایام میں اس ناپاک ہستی کے منہ میں گھاس ٹھونس کر اسے تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ فرانس کے کسی دوسرے گاؤں میں چلئے! چند کسان اپنے ہاتھوں سے زمین کھود رہے ہیں۔ "پاگل ہو گئے ہیں کیا؟" "نہیں تو!" "دفینہ تلاش کر رہے ہیں؟" "نہیں کامریڈ! تو پھر—"

"بل قرق ہو چکے، ہاتھ باقی ہیں"

تیسرے طبقہ میں چند نودولت سرمایہ دار بھی تھے۔ یہ لوگ اگرچہ خوشحال تھے۔ لیکن عوام کی بے چینی سے ان کے دل میں حکومت

کے کاروبار پر قابض ہونے کی تمنا پیدا ہوگئی۔ وہ عوام کی ہمدردی کا نقاب اوڑھ کر انقلاب پسندوں کے رہنما بن گئے۔ انقلابوں کی تاریخ میں یہ نودولت سرمایہ دار بورژوا کہلاتے ہیں۔ انقلابِ فرانس نے اس امر کو ثابت کر دیا کہ بورژوا رہنمائی خواہ وہ انقلاب ہی کیلئے کیوں نہ ہو عوام کے لئے مفید نہیں ہوسکتی۔

لوئی نے انقلاب کو روکنا چاہا۔ لیکن انقلاب کا سیلاب تاج و تخت کو تنکوں کی طرح بہا کرلے گیا۔ لوئی نے چاہا کہ اصلاحات کے ذریعے فرانس کے تاج و تخت کو بچالے۔ چنانچہ اس نے "اصلاحات" کا دروازہ کھولدیا۔ فرانس کی صوبائی مجالس قانون کو بحال کر دیا گیا۔ لوئی نے قلمدان وزارت ترجو کے حوالے کیا جس نے نہایت جانفشانی سے فضول اخراجات کم کرنے کی سعی کی۔ فرانس کے ہر ایک شعبہ میں نئی زندگی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ شاہی دربار کے اخراجات کم کر دیئے گئے محاصل وصول کرنے میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ تجارتی اجارہ داری کی گرفت ڈھیلی کی گئی۔ زراعتی ترقی کے لئے جدید اصول تراشے گئے۔ فرانس کی حدود میں غلہ کی آزاد تجارت کو رواج دیا گیا۔

لوئی شانزدہم کا عہدِ حکومت اقتصادی مسائل کے لئے ایک تجربہ گاہ تھا۔ جس میں یکے بعد دیگرے مختلف الخیال فلسفیوں، مفکرین

اور مدبروں نے مشاہدات کئے۔ ترجو کے بعد نیکر تجربہ گاہ میں داخل ہوتا ہے۔ نیکر نے اپنے افکار کی صحت کے جواز میں ایک کتاب لکھی جس کی اسّی ہزار جلدیں چند دنوں میں ختم ہوگئیں۔

شاہی فرمانوں کے ذریعے فرانس کے تمام صوبوں میں مجالس قانون ساز بنا دی گئیں۔ ان احکام نے فرانس میں جدید طرز حکومت کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ ان مجالس نے صوبوں کے مطلق العنان حاکموں کی اکڑی ہوئی گردنیں جھکا دیں۔ دیہاتی آبادی میں بھی اس قسم کی چھوٹی چھوٹی مجلسیں بنا دی گئیں۔

نفاذِ اصلاحات کے باوجود ایک سال بعد انقلاب کا رونما ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اصلاحات کی خیرات بادشاہت کے خزانوں سے اُس وقت نکالی گئی۔ جب مستحق افراد بغاوت پر آمادہ ہو چکے تھے۔ اور رعایا معمولی مراعات کے خشک ٹکڑوں پر زندہ رہنے کے لئے تیار نہ تھی لوئی اور اُس کے خواجہ تاش بھول گئے۔ کہ بُری حکومت کے لئے سب سے بُرا وقت وہ ہوتا ہے۔ جب اصلاحات و افلاس متصادم ہوں۔

اگرچہ ترجو اور نیکر دونوں ناکام ہوئے۔ تاہم نیکر نے اپنے لئے نمایاں مقبولیت حاصل کر لی۔ نیکر کے زوال کے بعد قدامت پسندی نے اپنے لئے راستہ صاف کرنا چاہا . . . . اصلاحات کا دروازہ

بند کردیا گیا۔ میری انطونیا کی فضول خرچی اپنا رنگ لائے بغیر کیونکر رہ سکتی تھی۔

۱۷۸۳ء میں کلونی نے قلمدان وزارت سنبھالا۔ چار سال تک میری انطونیہ اور دربار کی عنایت سے وہ اپنے عہدہ پر بدستور قائم رہا۔ اس زمانہ میں بھی دولت پانی کی طرح بہتی رہی۔ ہر روز آفتاب حکومت فرانس کی مالی موت کا پیام لاتا۔ حکومت کی بدعنوانیوں سے تنگ آکر کلونی نے فروری ۱۷۸۷ء میں عمائدِ فرانس کو اجلاس کی دعوت دی۔ اس اجلاس میں پادریوں امیروں اور دیگر عہدہ داروں نے شرکت کی۔ کلونی نے نہایت جرأت سے ان کے سامنے تمام اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ گذشتہ دس سال میں حکومت پانچ کروڑ پونڈ قرض لے چکی ہے۔

جب کلونی نے ان سے درخواست کی کہ وہ اپنی مراعات ترک کردیں اور باقاعدہ محاصل ادا کرتے رہیں۔ تو ان شکم پرستوں اور پیٹ کے بندوں کی زبان کلونی کی مخالفت کے لئے وقف ہوگئی۔

کلونی کے بعد لمونی دی برین آتا ہے۔ اس نے بھی مجبور ہوکر کلونی کی بعض تجاویز پر عمل کرنا چاہا۔ پارلیمنٹ نے وزیر کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ کہ تمام صوبوں میں مجالس مقرر کردی جائیں۔ لیکن جدید محاصل عاید

کرنے کی سخت مخالفت کی۔ پادشاہ نے پارلیمنٹ کے ارکان کے ساتھ سختی کا سلوک کیا۔ پارلیمنٹ نے اس امر کو فراموش کرتے ہوئے کہ وہ بھی طبقۂ اولیٰ کا ایک ادارہ ہے۔ حکومت سے مجلسِ شوریٰ کے انعقاد کا مطالبہ کیا۔ سرمایہ داری، افلاس کی نمائندگی کا دعوےٰ کر رہی تھی۔ امارت نے غُربت کی وکالت کا دم بھرنا شروع کیا۔

حکومت نے چاہا۔ کہ سختی سے اپنے ارادوں میں کامیاب ہو لیکن حکومت کے کانوں میں ہر سمت سے مخالفت کی آواز آرہی تھی۔ آخر کار بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ وہ مجلس شوریٰ کو دعوت دے گا۔ اگست ۱۷۸۸ء کو نیکر کے سپرد وزارت کردی گئی۔ عوام میں پادشاہت کی اس شکست سے مسرت و ابتہاج کی لہر دوڑ اٹھی۔

فرانس میں حکومت کے خلاف جذبات پرورش پا رہے تھے۔ پیرس نے مناظروں اور مباحثوں کے ہال کی صورت اختیار کرلی حکومت کو ہر روز اپنی کمزوری کا احساس ہو رہا تھا مجلس شوریٰ کے اجلاس کی تاخیر نے حکومت کو کافی نقصان پہنچایا۔ اس درمیانی عرصہ میں خطبوں اور رسالوں نے لوگوں کے دلوں کو حکومت سے متنفر کر دیا۔ سائیس[1] کے

---

[1] سائیس ۱۷۴۸ء میں پیدا ہوا۔ جبکہ عہد نامہ رشا بیل نے شاہ لوئی کو اس کی حکومت

ایک رسالہ نے عوام پر بہت اثر کیا۔ اسی اثنا میں حکومت نے مختلف جماعتوں کو اس امر کی دعوت دی۔ کہ وہ اپنی اپنی مشکلات "مجلس طبقات" میں پیش کریں۔ اس شاہی اعلان سے حکومت کے راز ہائے درونِ پردہ طشت از بام ہو گئے۔

عوام کے نمایندوں کی تعداد اگرچہ دگنی کر دی گئی تھی۔ تاہم بادشاہ اور نیکر یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ فرانس کی تین جماعتیں علیحدہ علیحدہ رائے دیں گی۔ یا ایک مشترکہ اجلاس میں جب تک اجلاس مشترکہ نہ ہو۔ عوام اس رعایت سے کیونکر فائدہ اٹھا سکتے تھے؟ آخری وقت تک اس مسئلہ کا کوئی حل پیش نہ کیا گیا۔

کی کمزوری اور عساکر کی ناکامی کی خبر سنائی۔ اس نے اسوقت لب کشائی کی۔ جبکہ انگریز اور فرانسیسی ہندوستان کیلئے نبرد آزما تھے۔ سائیس کے والدین متوسط طبقہ سے تھے۔ اسکا ارادہ توپخانہ کی ملازمت کرنے کا تھا لیکن اسے کلیسائی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا گیا۔ وہ خود کہتا ہے:۔

"مجھے چودہ برس کی عمر میں دُنیا کے ہنگاموں سے علیحدہ کر دیا گیا میں دُنیا میں کچھ نہ دیکھ سکا۔ مجھے اپنی فطرت کے خلاف کاموں پر مجبور کیا گیا۔ ایسی حالت میں میرا رنجیدہ و غمگین رہنا خلاف قیاس نہ تھا۔

مجلس طبقات کے اجلاس کی تاریخ ۵ مئی ۱۷۸۹ء میں مقرر کی گئی
ہال کی آرائش پادشاہ کی نگرانی میں ہوئی سٹیج کے وسط میں پادشاہ کا

میں اپنے مستقبل سے مایوس تھا۔ میں نے مسرت کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہدیا۔ میری دلجوئی کا باعث صرف مطالعہ تھا۔"

مسرت سے کوسوں دور اور خلوت میں پناہ گزیں سائیس نے اس دہ سالہ کلیسائی تعلیم و تدریس میں ذہنی ارتقا کے ابتدائی ادوار خوش اسلوبی سے طے کئے۔ اس نے خلوت میں اپنے ذہن کو انصاف و صداقت کی کسوٹی بنادیا۔ وہ حق و صداقت کا شیدائی ہوچکا تھا۔ ایک لمحہ کیلئے بھی باطل کو قبول نہ کرسکتا۔ حقائق و معارف کا تجزیہ کئے بغیر وہ ان کا اقرار نہ کرتا۔ حکمت و فلسفہ کی تلاش میں وہ کلیسائی شاہراہ پر نہ چل سکا۔ بلکہ لاک، کونڈی لک اور بونسط کے بتائے ہوئے راستوں پر گامزن ہوا۔

وہ دلائل کا قایل تھا۔ براہین پر اس کا ایمان تھا۔ ہر جدید تصنیف کا مطالعہ اور ہر نیا تجربہ اس کے اس ایقان کی پختگی اور کلیسا سے حقارت کا باعث ہوتا۔ پادری بننے تک اسکے دماغ میں عقاید باطلہ کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ چنانچہ اس کے معلموں نے بشپ کو اطلاع دی کہ سائیس کلیسائی زندگی بسر کرنے کے قابل ہے۔

۱۷۸۸ء میں نیکیر نے اعلان کیا کہ آئندہ سال "مجلس شوریٰ" کا اجلاس ہوگا اس نے لوگوں کو بحث و تمحیص میں حصہ لینے کی دعوت دی۔ فرانسیسی اخبارات میں نئے دستور اساسی کے متعلق ہر روز مضامین شائع ہوتے۔ سائیس کی عمر اس وقت

تخت نظر آتا ہے۔ تخت کے پاس ہی میریا انطونیہ کی آرام کرسی ہے۔ اردگرد امیروں اور وزیروں کی نشستگاہ ہے دائیں طرف پادریوں کیلئے بنچ ہیں۔ بائیں طرف طبقۂ امرا کے نمائندوں کی جگہ ہے۔ گیلری میں تماشائیوں کیلئے جگہ نظر آتی ہے۔

چالیس سال تھی۔ ان ایام میں اس کا مشہور رسالہ شائع ہوا۔ جو نتائج اور اہمیت کے لحاظ سے وشن برگ کے پچانوے نکات سے کسی طرح کم نہ تھا۔ جن کے مشہور مباحثہ میں میرابیو نے جو خیال پیش کئے۔ وہ سب کے سب سائیس کے اسی رسالہ سے اخذ کئے گئے تھے۔ انقلاب کے علمبردار سائیس کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتے۔ میرابیو ایسی شخصیت اسے "آقائے من" کہکر پکارتی۔ جولائی میں سائیس نے پیرس افواج بھیجنے کی مخالفت کی۔ اگست میں اس نے صوبوں کی تقسیم کی ایک ایسی تجویز پیش کی۔ جس نے وحدتِ ملی کو مضبوط کر دیا۔ بایں ہمہ اسکا دماغ سیاسی لین دین کے قابل نہ تھا۔ وہ حددرجہ راستباز تھا۔ اور راستبازی سیاسیات میں کوئی درجہ نہیں رکھتی۔

"معقولیت سے بیخبر وہ حریت کے طلبگار رہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ وہ اپنے کتب خانہ میں داخل ہوگیا۔

۱۷۹۵ء میں اس نے ایک اور رسالہ لکھا۔ اسی سال اس نے جلاوطن اور شاہ پرستوں کے خلاف قانون پاس کیا۔ انہیں ایام نپولین نے سائیس کے متعلق

درباری، امیر، وزیر اور پادری داخل ہوتے ہیں۔ عوام دو گھنٹہ تک اسی عمارت کی دربانی پر مجبور کئے گئے۔ ڈیوک آف آرلینز اندر کے داخل ہوتے وقت مرحبا، مرحبا، کی صدائیں اُٹھتی ہیں۔ میرابیو بھی داخل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ پادشاہ اور ملکہ مسکراتے ہوئے تخت اور کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں۔ تخت کے عین سامنے پادشاہ جب عوام کے نمائندوں کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی روح لرز جاتی ہے۔ فرانس کے ان عامیوں کے سامنے تاج و تخت کانپ رہا ہے۔

میرابیو، رابسپیر، گیولی تن، سلیئس، اور بیلی کے علاوہ ان میں اور

یہ الفاظ کہے :۔

"میری ذات سلیئس کے سیاسی فلسفہ کی تکمیل میں سدِ راہ تھی۔ لیکن اس نے معلوم کر لیا۔ کہ کسی کا حاکم ہونا لازمی ہے۔ اس نے مجھے دوسروں پر ترجیح دی۔"

نپولین کے زوال کے بعد اسے پندرہ برس کیلئے اسے جلاوطن کر دیا گیا۔ ۱۸۳۰ء میں اپنی عمر کے آخری چھ برس بسر کرنے کیلئے پیرس آ گیا۔

فطرت نے اگرچہ سلیئس کو کلیسائی زندگی بسر کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ تاہم اس کے دستِ رسانیت نے انقلاب فرانس کو بپتسمہ دیکر بونا پارٹی مرقد میں دفن کر دیا

(مزید حالات کیلئے دیکھو "انقلاب فرانس کے نقیب")

بہت سخت جان اور صاف دل نمائندے دکھائی دیتے ہیں۔ طبقۂ امرا کے نمائندوں میں لافیطی، لالی، چارلس اور تونری نظر آتے ہیں۔ دینی نمایندوں کی جماعت میں ایبی میورے کا نام قابلِ ذکر ہے۔ پادشاہ شاہی انداز میں تقریر کرتا ہے۔ اس کے الفاظ مہمل اور بے معنی ہیں۔ مجلسِ طبقات کی امیدیں پوری ہوتی دکھائی نہیں دیتیں۔

تیسرے طبقہ نے پادریوں اور امیروں سے درخواست کی کہ وہ انکے ساتھ شامل ہوکر ایک ایوان بنائیں۔ لیکن دینی پیشواؤں اور دولت کے بندوں نے ان کی ایک نہ سنی، وہ مجلس جسکا انعقاد اصلاحات کا پیش خیمہ تھا۔ چھ ہفتہ تک اسی معاملہ پر بحث وتمحیص کرتی رہی۔ اسی اثنا میں پیرس کی آبادی میں جوش وخروش بتدریج بڑھ رہا تھا۔ تیسرے طبقہ کے نمایندوں کا یہ مطالبہ تھا کہ "مجلسِ طبقات" کے ارکان کا مشترکہ اجلاس ہونا چاہئے۔ لیکن ایک ماہ تک اہلِ کلیسا اور طبقہ امرا کے نمایندوں نے تیسرے طبقہ کے نمائندوں کا یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا۔ تنگ آکر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں طبقوں کے نمائندوں کو مشترکہ اجلاس کی آخری دعوت دی جائے۔ اور اگر وہ نہ مانیں تو ان نمائندوں کے بغیر مجلسِ طبقات کا کام شروع کر دیا جائے۔ پادریوں اور امیروں کے نمایندوں پر اس دعوت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ چنانچہ ۱۰ جون ۱۷۸۹ء کو تیسرے طبقہ کے ان نمائندوں

نے ایک علیحدہ مجلسِ قومی قائم کرلی۔ اور عوام کے حقوق کے متعلق ایک اعلان کر دیا۔ فرانس نے عوام کی تمام ترہمدردیاں مجلس قومی سے وابستہ ہو چکی تھیں۔ لوئی نے اس مجلس قومی کو ختم کر دینے کا عزم کرلیا۔ چنانچہ ۲۰ رجون ۱۷۸۹ء کو مجلسِ قومی کے لئے ہال کے دروازے بند کر دیئے گئے کیا اعلانِ آزادی کے لئے کسی اسمبلی ہال کا ہونا بہت ضروری ہے۔؟ مجلسِ قومی کے ارکان ٹینس گھر میں جمع ہوگئے۔ اس پرانی اور شکستہ عمارت میں فرانس کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا۔

"مجلسِ قومی ہر حالت میں مجلس قومی رہیگی۔ خواہ اس کا انعقاد کسی مقام پر ہو۔ کوئی طاقت مجلسِ قومی کو اسکے کام سے باز نہیں رکھ سکتی مجلس قومی اس امر کا عہد کرتی ہے۔ کہ جب تک بنیادی نظام نافذ نہ ہو جائے وہ اپنے منصب سے ہرگز نہیں ہٹے گی"۔

فرانس کا یہ ٹینس گھر ہر زمانہ کے انقلاب پسندوں کی زیارت گاہ رہیگا! فرانس کی حکومت نے مجلسِ قومی کو اس ٹینس گھر سے محروم کر دیا۔ دوسرے دن ٹینس گھر پر پولیس کا پہرہ تھا۔ ایک طرف مجلس قومی کے ارکانِ حریت کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ مگر دوسری طرف ملوکیت اور امارت متحد ہو چکی تھی۔ ۲۳ رجون کو شاہی اجلاس منعقد ہوا۔ تینوں طبقوں کے نمائندوں نے اس میں شرکت کی لیکن طبقہ امراء نے لوئی سے سازباز

کر لی تھی۔ چنانچہ اس شاہی اجلاس میں مجلسِ قومی کے نمائندوں کے اس مطالبہ کو مسترد کر دیا گیا۔ کہ مجلس طبقات میں تینوں طبقات کا مشترکہ اجلاس ہو گا۔ شاہی اجلاس برخاست ہوا۔ لیکن مجلسِ قومی کے ارکان ہال سے باہر نہ نکلے۔ چنانچہ مجلسِ قومی کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں اعلان کر دیا گیا۔ کہ "جو کوئی مجلسِ قومی کے ارکان پر ہاتھ اٹھائیگا۔ وہ موت کی سزا کا مستوجب ہو گا۔ مجلسِ قومی کے اس فیصلہ نے لوئی کو خوفزدہ کر دیا۔ چنانچہ ۲۷ رجون ۱۷۸۹ کو لوئی کے حکم سے تینوں طبقوں میں اتحاد ہو گیا۔

لیکن لوئی شانزدہم انگلستان کے چارلس اوّل کی طرح جمہوری اصول تسلیم کر لینے کے بعد ان سے منحرف ہونے کا آرزومند تھا۔ دونوں کے لئے تقدیر کا ایک ہی فیصلہ تھا۔ ۱۲ رجولائی ۱۷۸۹ کو لوئی نے نیکر کو برخاست کر دیا۔ اسی اثنا میں لوئی کی غیر ملکی فوج پیرس پہنچ چکی تھی چنانچہ ۱۳ رجولائی ۱۷۸۹ کو مجلسِ قومی نے پادشاہ سے درخواست کی کہ وہ غیر ملکی سپاہیوں کو ہٹا دے۔ لیکن لوئی نہ مانا۔ ۱۳ رجولائی اپنے آغوش میں انقلاب لئے سو گئی۔ ۱۴ رجولائی ——————

نوجوان کیمیلی ہاتھ میں پستول لئے ہوئے "مسلح ہو جاؤ" کا نعرہ لگاتا ہے۔ اس نے عسکری نشان کی جگہ درخت کی ایک شاخ کاٹ کر اپنی

ٹوپی پر لگا لی۔ نوجوان انقلاب پسندوں کا ہجوم اس کے ارد گرد جمع ہے۔ انقلاب پسند اسلحہ فروشوں کی دکانوں پر ٹوٹ پڑے۔ سوا ئے بندوقوں اور کارتوسوں کے یہ انقلاب پسند دوسری چیز کو نہ چھوتے پیرس کی نگہداشت اس کے بیٹوں کے سپرد کر دی گئی۔ زندان لافرانس کے دروازے کھول دیئے گئے۔ کیونکہ اس جیل میں صرف مقروض مقید تھے پیرس میں مکمل نظم و نسق رہا۔ صرف اسلحہ فروشوں کی دکانوں سے اسلحہ لوٹ لیا گیا۔ پیرس میں بسنے والوں کی حریت پسندی کے امتحان کیلئے آسمانوں سے قحط نازل ہوا۔ روٹی کیلئے گھنٹوں لوگوں کو نانبائیوں کی دکانوں پر انتظار کرنا پڑتا۔ حالات نازک ترین صورت اختیار کر رہے تھے۔ تاہم پیرس ہر قسم کی شرارتوں سے پاک رہا ہے۔ کسی عورت کی عصمت پر حملہ نہ کیا گیا بھوکے پیرسی نان جویں کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے لیکن چوری کی جرأت نہ کرتے۔ انہیں دنوں ایک شہری کو دوسرے شہری کی ایک مرغی چرانے کے جرم میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ نادار و مفلس رعایا پادشاہوں کے بغیر کس حسن خوبی سے اپنے کاموں کو سرانجام دیتی ہے تاج و تخت کا سایہ اٹھ جانے سے شرافت و انسانیت کی حکومت قائم ہو جاتی ہے۔

جب ان لوگوں کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک خانقاہ میں بہت بڑی

مقدار میں آٹا جمع ہے، تو ان میں سے چند اسی خانقاہ کا رُخ کرتے ہیں۔ حریت و مساوات کا نعرہ لگاتے ہوئے یہ لوگ راہبوں کے مسکن میں داخل ہو جاتے ہیں۔ روایتی پجاریوں کی طرح یہ راہب ان تاج شکنوں کی خدمت میں زر و جواہر پیش کرتے ہیں۔ جنہیں مساوات کے طلبگار قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ انہیں آرد پرست راہبوں کے منڈے ہوتے سروں پر آٹے کی بوریاں رکھ دی گئیں۔ منڈی میں پہنچکر تمام لوگوں میں آٹا تقسیم کر دیا گیا۔ انقلاب پسندوں کے پاس اسلحہ کی بہت کمی تھی۔ چنانچہ کمیٹی کے حکم سے چھتیس گھنٹوں میں پچاس ہزار کلہاڑے تیار ہو گئے۔

لوگوں کو معلوم ہوا۔ کہ ایک خاص مقام پر تیس ہزار بندوقیں ہیں۔ شہریوں کا ہجوم مسلح ہونے کی غرض سے اس طرف جاتا ہے۔ شہری سپاہیوں کی صورت اختیار کرتے ہوئے بستائل کا رُخ کرتے ہیں۔

"بستائل؛

فرانس کا سیاسی زندان!

فرانسیسی تاج و تخت کے مظالم کی زندہ تصویر!

کشتگان استبداد کا گورستان!

بے پناہ مظالم کا نہ مٹنے والا نشان!

ہاں وہی بستائل جہاں حریت کی ہر آواز دفن ہوجاتی۔ جہاں آزادی کی تڑپ فنا کردی جاتی۔ بستائل وہی زندان ہے جس کے متعلق لاطونے لکھا۔ کہ "وہ ایک لاکھ گھنٹوں سے مصیبت کا شکار ہو رہا ہے۔" جسے زندان کی سردی نے اندھا کر دیا۔ جو ہمیشہ طوق وسلاسل میں جکڑا رہتا۔ لاطو کی طرح ہزاروں قیدی بستائل میں شب و روز فرانسیسی تاج کے لئے بددعا کرتے۔

اسی بستائیل کی تباہی کیلئے پیرس کے لئے لوگ آمادہ ہو رہے تھے

"بستائیل چلو، بستائیل!" ہر پیرسی کی زبان پہ یہ الفاظ تھے۔ ڈی لائی بستائیل کی حفاظت پر معمور تھا۔ پانچ گھنٹہ کی پیکار کے بعد بستائیل مسخر ہوگیا۔ فاتح قلعہ کے اندر آزادی کا پروانہ لئے داخل ہوئے تمام قیدی رہا کر دیئے گئے۔ پیرس ایک بڑے خیمہ کی مانند تھا۔ جسکے ایک دروازہ پر "آزادی" اور دوسرے پر "واشنگٹن" لکھا ہوا تھا۔ پیرس باغی ہو چکا تھا۔ انقلاب شروع ہوگیا۔

ورسائی میں جام و سبو سے باتیں ہو رہی تھیں۔ درباریوں نے لوئی کو تمام معاملات سے بیخبر رکھا۔ نصف شب گزرنے پر ایک درباری لوئی کی خوابگاہ میں داخل ہو کر اسے واقعات کی خبر کرتا ہے۔"

"یہ غدر ہے" لوئی نے کہا۔

"جہاں پناہ یہ انقلاب ہے" درباری نے جواب دیا۔

۱۵ر جولائی ۱۷۸۹ء کو لوئی نے مجلس قومی کے جلسہ میں شرکت کر کے اس امر کا اعلان کیا۔ کہ وہ پیرس اور ورسائی سے فوجوں کو ہٹنے کا حکم دیتا ہے لیکن اگلے دن وہ ملوکیت پسندوں کے زیرِ اثر دکھائی دیتا ہے۔ اب پیرس والوں کا یہ مطالبہ تھا۔ کہ اگر بادشاہ نے مجلسِ قومی سے صلح کر لی ہے۔ تو وہ پیرس کیوں نہیں آتا؟ چنانچہ ۱۷ر جولائی ۱۷۸۹ء کو وہ ورسائی سے پیرس روانہ ہوا۔ ہجوم نے بادشاہ کا استقبال کیا۔ لیکن "قوم زندہ باد" کے نعروں میں ایک مرتبہ بھی "بادشاہ زندہ باد" کا نعرہ بلند نہ ہوا۔ پیرس میونسپلٹی کی عمارت پر بادشاہ کا جلوس ختم ہو گیا میونسپل ہال میں چند تقریریں ہوئیں۔ بادشاہ واپس ہوا۔ عوام نے "بادشاہ زندہ باد" کے نعروں میں لوئی کو رخصت کیا۔ لوئی رات کے نو بجے ورسائی پہنچا۔ لیکن اس وقت تک متعدد شہزادے اور درباری فرار ہو چکے تھے۔ پیرس سارے فرانس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ فرانس کے طول و عرض میں انقلاب ہو چکا تھا۔ ایک ہفتہ پیشتر انقلاب پسندوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ اب ایک لاکھ تک پہنچ چکی ہے —— دو لاکھ —— نہیں! پانچ لاکھ —— دس لاکھ —— بیس لاکھ ——

پچاس لاکھ ــــــ سارا فرانس!

فرانس مسلح ہو رہا تھا۔ لیکن مجلسِ قومی اپنے گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے فرانس کے مستقبل پر غور کر رہی تھی۔ ۴ر اگست ۱۷۸۹ء تک "اعلانِ حقوق" پر غور ہوتا رہا۔ آخر مجلسِ قومی نے اعلان کر دیا کہ:۔

"تم آزاد اور مساوی ہو۔ تمہارا اتحاد مشترکہ مفاد کے لئے ہے۔ اے بادشاہ! اپنے تخت سے نیچے اتر آئندہ تیرا منصب محض میرِ عدالت ہوگا۔ اور انتخاب کا حق آزاد قوم کو ہوگا۔ اے کسان! بیدار ہو اور اپنی آنکھوں سے دوسرے انسانوں کو دیکھ۔ وہ تجھ سے افضل نہیں۔ تیری جبین پر نقش حکمرانی موجود ہے۔ تو بھی قوم کا ایک فرد ہے۔ اور حاکمیت کی عنان قوم کے ہاتھ میں ہے"۔

(۱)، تمام لوگ آزاد اور مساوی پیدا ہوتے ہیں۔

(۲)، سماج کی غرض و غایت انسان کے فطری حقوق کی حفاظت ہے!

(۳)، حاکمیت کے تمام تر اختیارات قوم کو ہیں۔

(۴)، دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر جو چاہے کرنا آزادی ہے۔

(۵)، قانون کا مقصد ضرر رسانی کا قلع قمع ہے

(۶)، قانون رضائے عامہ کا نام ہے۔ تمام شہریوں کو اپنے نمائندوں کے ذریعہ قانون بنانے کا حق ہے۔

(۷) کسی شہری کو بلا وجہ گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔

(۸) تحریر و تقریر کی آزادی انسان کے بہت بڑے حقوق ہیں۔

(۹) انسانی حقوق کی حفاظت کے لئے ایک قومی فوج کا ہونا ضروری ہے۔

(۱۰) کسی شخص کو اس کے ذاتی عقاید کی بنا تکلیف نہیں دی جائیگی۔

(۱۱) سماج کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہر سرکاری عہدہ دار کے کام کا محاسبہ کر سکے۔

(۱۲) ذاتی ملکیت کے حق سے کسی شخص کو محروم نہیں کیا جائیگا ـــــ

ـــــ مجلس قومی کے اس اعلان حقوق نے صدیوں کے سماجی امتیازات کا خاتمہ کر دیا۔ مجلسِ قومی کے اس اعلان کا مقصد جمہوریت کو آئینی شکل دینا تھا۔ چنانچہ مجلسِ قومی کے اس اعلان سے اہلِ فرانس کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی۔ لیکن لوئی نے مجلسِ قومی کے اعلانِ حقوق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اب مجلسِ قومی کے سامنے ایک اور اہم سوال درپیش تھا۔ اور وہ یہ کہ مجلسِ قانون ساز کا نگران کون ہو۔ مسر آبیو کی اعتدال پسندی سے مجلسِ قومی نے اس امر کو تسلیم کر لیا۔ کہ بادشاہ کو یہ حق ہے کہ وہ اِن قوانین کے نفاذ کو روک دے جسے وہ نامناسب اور غیر موزوں خیال کرے۔ مجلس قومی کی انتہائی درجہ فراخدلی بھی لوئی کے انکار کو اقرا

میں نہ بدل سکی۔ وہ بدستور اپنی ضد پر قائم رہا۔ اس نے مجلس قومی کے اعلان حقوق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

میرا بیو ۹۔ مارچ ۱۷۴۹ء کو پیدا ہوا۔ اسکا والد فوج میں قلیل عرصہ ملازمت کرنے کے بعد اپنے گاؤں میں فلسفی کسان کی زندگی بسر کرنے لگا۔ معاشری اصلاح پر متعدد کتب سپردِ قلم کرنے کے صلہ میں اس نے جمہور سے "رفیق کسان" کا لقب پایا۔

میرا بیو ۲۳۔ برس کی عمر میں شادی کرنے کے بعد مقروض ہو گیا۔ وہ اپنی رفیقۂ حیات سے جھگڑتا رہتا۔ اس کش مکش کے سلسلہ میں میرا بیو کو جیلخانہ کی بھی ہوا کھانی پڑی۔ اس زندان میں اس نے ذہنی ارتقا کی منازل کو بہت جلد طے کیا۔ قید و بند نے اسے مفکر بنا دیا۔ زمانہ اسیری میں اس نے استبداد کے خلاف ایک رسالہ لکھا۔ میرا بیو اسیر زنداں ہونے کی حالت میں بھی صوفیہ کے . . . . . گیسوئے خمدار کا شکار ہو گیا۔ اور معشوقہ کو ہالینڈ بھگا لے جانے کے جرم میں گرفتار ہوا۔ ون سینز کا قید خانہ میرا بیو کے لئے وہی اہمیت رکھتا ہے۔ جو کسیرتن فریڈرک اعظم کے لئے :۔

اس نے زمانہ اسیری میں جی بھر کے کتابیں لکھیں۔ اسکی تصانیف کا آغاز جذبات سے اور انجام سیاست پر ہوا۔

اس نے جیل کے مصائب پر سختی سے تنقید کی جیل سے رہا ہونے کے بعد وہ سیر و سیاحت کے لئے انگلستان چلا گیا۔ اس نے اپنا زیادہ وقت لندن میں صرف کیا۔ وہ جس چیز کو دیکھتا۔ اُسے قلم بند کر لیتا۔ ایک روز جبکہ صوفیہ اُس سے کوسوں دُور تھی۔ وہ شفاخانہ کی طرف جا نکلا۔ بچوں کی چیخ پکار نے اس کے دل پر بڑا اثر کیا۔ اس نے فرانس کی مجلسِ ملی میں دارالعوام کے طریقۂ کار کو رائج کرنے کی بے سود کوشش کی۔ آکسفورڈ نے میرا بیو کے قلم سے اس طرح خراج تحسین حاصل کیا:۔

"قدرت نے اس سرزمین کو علم و ادب کی اشاعت کے لئے پیدا کیا۔ فنونِ لطیفہ ....

اس دارالعلوم میں تسکین و راحت کے آغوش میں پرورش پاتے ہیں۔ کوچہ و بازار میں معلم و متعلم کے سوا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔"

اسمبلی میں داخل ہوتے ہوئے اس نے یہ الفاظ کہے:۔

میرے پیش نظر ایک دشوار گذار وادی ہے۔ میں انسانیت کی خدمت کیلئے کمربستہ ہوں۔ میرا کسی سیاسی پارٹی سے تعلق نہیں۔ حق و صداقت میرے ہتھیار ہیں۔ حق و صداقت

کا دشمن میرا دشمن ہے ضمیر میرا حکمران اور وقت میرا منصف
ہے میں اسی راستہ پر چلوں گا۔ جادۂ حق سے میرا قدم
پیچھے نہیں ہٹ سکتا"

وہ شاہ پرست تھا۔ لیکن اس کے نزدیک پادشاہت جمہور کے تابع ہونی چاہیئے۔ اس کے خیال میں فرانس کے لئے بہتر طرزِ حکومت شخصی تھی۔ لیکن وہ پادشاہ کے اختیارات کو بہت کم کرنا چاہتا تھا۔ وہ عامتہ الناس پارلمان اور تخت کے مابین صلح و آشتی کا خواہاں تھا۔
۱۷۸۹ء کی ہر ایک تحریک میں اس کی ہر دلعزیزی اور عظمت کا۔ فرما تھی۔ ۲۳ر جون کو اس نے پادشاہ کے نمایندہ کی ان الفاظ میں مخالفت کی۔ جاؤ اپنے بھیجنے والوں سے کہدو کہ ہم رعایا کے حقوق کی حفاظت کیلئے یہاں کھڑے ہیں۔ دنیا کی کوئی قوت ہمارے قدموں میں لغزش پیدا نہیں کر سکتی۔ ۱۵ر جولائی کو اس نے ان عساکر کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ جو اسمبلی کو خوفزدہ کر رہے تھے۔ ۲۴ر ستمبر کو اس نے نکر کی مالی اصلاحات کی تائید کی، اور ۳۰ر اکتوبر کو اس نے کلیسا کی جائداد کی ضبطی پر ایک پرجوش تقریر کی۔ میرا بیو کے پیش نظر اب کیا تھا؟ شاہی افواج کی تنظیم۔ شاہ پرستی کی حمایت میں ایک جریدہ کا اجرا۔ لافیطی کی شہرت کو کم کرنا۔ نئے نظام نامہ کے مختلف پہلوؤں پر

غور و خوض۔ باشندگان پیرس اور ملی فوج کا تصادم۔ وزارت میں تبدیلی
نمائندگان کلیسہ کو حلف وفاداری کے خلاف اُکسانا۔

تخت و تاج کے محافظ میرآبیو کی تجاویز کو شاہ و ملکہ کے فرار نے پایہ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔ تاہم کاس ترائیز کے حادثہ نے میرآبیو کو ہر دل عزیز بنا دیا۔ وہ اسمبلی کا صدر منتخب ہوا۔ لیکن اس کے لئے شاہراہ سیاست پر گامزن ہونا دشوار تھا۔ اس کی صحت خراب ہو چکی تھی۔ وہ بصارت کو تقریباً ضائع کر چکا تھا۔ اکتوبر ۱۷۹۰ء میں وہ اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ اسمبلی، جکوبن اور اس کی آنکھوں نے اس کی زیست کو بے لطف کر دیا۔ جنوری ۱۷۹۱ء میں خرابی بصارت کے سبب سے وہ زیر علاج تھا۔ کام کی زیادتی اور ناموافق حالات نے اس کے قویٰ کو بالکل مضمحل کر دیا تھا لیکن اسے کام کرنا تھا۔ وہ کام کرتا رہا۔

میرآبیو کی موت سے دو ماہ قبل اس کے ایک دوست نے اس کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا۔ مرنے سے چند ساعت پیشتر اس نے اپنے معالج سے کہا۔

"اب معترض ہونے کا وقت نہیں رہا۔ میں جو کہتا ہوں۔ اسے جلد کر دکھاؤ۔ کیونکہ ہم بہت جلد ختم ہونے والے ہیں۔ تم جسقدر عیوب کی اصلیت سے آگاہ ہو گے اسی قدر تمہیں انکے مٹانے کی زیادہ

فکر کرنی چاہیے۔ کیا تم میرے ساتھ متفق نہیں ہو؟ تمام صحیح الدماغ انسان میرے ہمنوا ہیں۔ . . . میں نے استبداد کے خلاف جنگ کی اور تم خوب جانتے ہو کہ میں اب بھی اسکے ساتھ نبرد آزما ہوں میرا مقدس فرض قانون اور آئینی حکومت کی اعانت رہا ہے میں نے انکے تخیلات و تفکرات اور جرائم میں کوئی حصہ نہیں لیا؟"

"اے میرے دوست! مجھے آج مرنا ہے۔
آج خوشبو لگاؤ، میرے بستر پر پھول ڈالو۔
اور کسی آتش نفس مغنیہ سے کہو، وہ ایسا
نغمہ چھیڑے جس سے میں ہمیشہ کی نیند
سو جاؤں"

اس کے جنازہ میں ایک لاکھ افراد نے شمولیت کی۔

پیرس کے نیم گرسنہ اور نیم برہنہ عوام نے ورسائی کے شاہی محل کو گھیر لیا۔ اب لوئی نے مجلسِ قومی کے اعلانِ حقوق پر دستخط کر دئیے۔ اگلے دن لوئی ورسائی چھوڑ کر پیرس چلا گیا۔ مجلس قومی بھی پیرس میں منتقل ہو گئی۔ لوئی چہاردہم کا ورسائی بے رونق ہو گیا۔ اس کا پونا طلسم خانہ سے نکل کر حقیقت کی آغوش میں پناہ گزیں ہو چکا تھا۔ انقلاب پسندوں کی سب سے بڑی دشمن ملکہ فرانس بھی لوئی کے ساتھ تھی۔ وہ پیرس کے

زمانہ قیام میں ایک بہت بڑی سازش کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس زمانہ میں مجلس قومی کے ارکان نے بہت سی سازشوں کا پتہ لگایا۔ پادشاہ اور ملکہ انقلاب پسندوں کے وورہنماؤں اور فیلٹی اور میر آبیو سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ ان ملاقاتوں کے پیش نظر عوام کو انکے محبوب رہنماؤں سے بدظن کرنا تھا۔ اسی اثنا میں تاجر اور کلیسا کے تعلقات بہت استوار ہوگئے۔ پادریوں نے مجلس قومی کے فیصلوں کو نہ صرف تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ بلکہ کسانوں کو مذہب کے نام پر انقلاب پسندوں کے مقابلہ کے لئے اکسایا جاتا۔ ملک کے طول وعرض میں خانہ جنگی کا آغاز ہوگیا۔ لیکن انقلاب پسندوں نے اس خانہ جنگی پر جس طرح قابو پایا۔ اس کی مثال تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ "محافظ وطن فوج" کے رضا کار ہر جگہ قیام امن کے لئے دکھائی دیتے۔ فوجی سپاہی بھی انقلاب پسندوں کے ساتھ مل گئے۔ قیام امن کے بعد فیصلہ ہوا کہ پیرس میں "یوم اتحاد" منایا جائے پادشاہ اور ملکہ نے بھی اس تقریب میں شرکت کی۔ لیکن حالات بدل چکے تھے۔ لوئی پیرس سے بھاگ نکلا۔ اگلے دن وہ ایک قیدی کی حیثیت میں تھا۔ ۱۱ر دسمبر ۱۷۹۲ء کو لوئی کے خلاف مقدمہ چلایا گیا۔ ۲ بجے لوئی اسمبلی ہال میں پہنچا۔ ہال میں مکمل سکوت تھا۔ پادشاہ اس خوفناک خاموشی سے گزرتا ہوا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ کرسی وہی تھی، جس پر

خود لوئی بحیثیت بادشاہ جدید دستور کی پیروی کا حلف اٹھا چکا تھا
بہرحال میرِ عدالت تھا۔ مہرِ سکوت بریری کی آواز سے ٹوٹ گئی ــــ
"لوئی! فرانسیسی قوم تمہیں مجرم قرار دیتی ہے۔ تم یہاں اپنے جرم کی نوعیت کی سماعت کے لئے حاضر ہوئے ہو۔ لوئی بیٹھ جاؤ!"

لوئی کے خلاف ۵۷ الزامات تھے۔ ان میں بعض کی اس نے تردید کی۔ اور بعض اقرار۔ عدالت میں اس نے اپنے مخطوطات سے انکار کر دیا۔

"اس کا جدید نظام سے کوئی تعلق نہیں"

"مجھے اس وقت ایسا کرنے کا حق تھا"

"اس کا تعلق وزراء سے ہے"۔

"مجھے اس کا کچھ علم نہیں"

"یہ مجھے یاد نہیں"

ان مختصر الفاظ میں لوئی اعتراضات کا جواب دیتا رہا۔ صرف ایک مرتبہ وہ نہایت تمکنت سے بولا۔ جب اسے ۱۰ اگست کی خونریزی کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔

"نہیں! یہ میرا فعل نہیں تھا"

پانچ بجے کے بعد مقدمہ ملتوی کر دیا گیا۔ لوئی زندان میں بھیج دیا

جہاں اس نے رات کا کھانا نہایت اطمینان سے کھایا۔

لوئی نے اپنے لئے وکیلوں کی درخواست کی۔ چنانچہ اسے اجازت مل گئی۔ کہ وہ اپنے لئے وکیل تجویز کرے۔ لوئی نے ترانشی اور تارجی تجویز کئے۔ تارجی نے پیری کا بہانہ تراشتے ہوئے افتادہ تاج اٹھانے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس کی عمر پچاس برس سے زاید نہ تھی۔ بہانہ تراشی محض ایک بیہودہ حرکت تھی۔ اس نے صرف اس لئے انکار کیا کہ لوگ اسے شاہ پسند خیال نہ کریں۔ ایسے لوگ پادشاہوں کا زمانہ عروج میں دم بھرتے ہیں۔ اور مصیبت میں ان سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ ترانشی جو تارجی سے عمر میں دس برس زیادہ تھا۔ بادشاہ کی درخواست قبول کر لیتا ہے۔ ایک نوجوان وکیل ویزی نے بھی ۱۷ ر دسمبر کو اپنی خدمات پیش کر دیں۔ بریزی کو معلوم ہوا۔ کہ بوڑھا ملشر بینر اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ بریزی نے کھڑے ہو کر اسکا استقبال کیا۔ ملشر بینر نے خواہش ظاہر کی۔ کہ وہ پادشاہ کی وکالت کرنا چاہتا ہے۔ دیگر حالات میں خود لوئی کی وکالت کرتا۔ بریزی نے جواب دیا۔

۱۴ ر دسمبر سے ۲۵ ر دسمبر تک لوئی اور اسکے وکیل جواب دعوے تیار کرتے رہے ۲۶ ر دسمبر کو لوئی اسمبلی کی عدالت میں پیش ہوا۔ ویزی تین

گھنٹہ تک تقریر کرتا رہا۔ اسکے آخری الفاظ یہ تھے۔

"بیس برس کی عمر میں لوئی تخت پر بیٹھا۔ اس عمر میں اس نے کسی قسم کی کمزوری کا اظہار نہ کیا۔ وہ منصف اور کفایت شعار تھا جو ہمیشہ عوام کا دوست ثابت ہوا۔ لوگوں نے تباہ کن محاصل کی شکایت کی۔ اس نے محاصل اُڑا دیئے۔ عوام نے غلامی کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس نے اپنے غلام آزاد کر دیئے۔ عوام نے عدالتوں میں اصلاحات کا مطالبہ کیا۔ جسے لوئی نے پورا کر دیا۔ اس نے ہزاروں فرانسیسیوں کو شہری حقوق عطا کئے۔ اس نے لوگوں کو آزادی بخشی۔ ایثار اور قربانی میں وہ عوام سے بھی آگے بڑھ گیا۔ اور اب بھی عوام اس سے دریافت کرتے ہیں . . . "

لوئی نے مندرجہ ذیل الفاظ عدالت میں بطور بیان دیئے :۔

"میرے متعلق میرے وکیل بہت کچھ کہہ چکے۔ مجھے ان الفاظ کا اعادہ مقصود نہیں۔ میں آپکے سامنے اس امر کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہ میرا ضمیر مجھے لعن طعن نہیں کر رہا۔ اور یہ کہ میرے وکیلوں نے جھوٹ نہیں بولا۔ مجھے افسوس ہے کہ خونریزی کا ذمہ دار مجھے قرار دیا گیا۔"

گذشتہ واقعات کی صداقت کو لوئی کیونکر جھٹلا سکتا تھا۔

اب فیصلہ کی سماعت باقی تھی۔

۱۶ر جنوری ۱۷۹۳ء کو دربِ عدالت پھر وا ہوا۔ ہال کے باہر انسانوں کا بہت بڑا ہجوم تھا۔ ہال کے اندر فرانسیسی عورتیں نظر آتی تھیں نمایندوں کے آرا کا شمار شروع ہوا "موت" یا "جلاوطنی" یہی دو الفاظ انکی زبانوں پر تھے جیسر وندی پارٹی کے تمام ارکان کی زبان پر موت کا لفظ تھا آرا کی زیادتی سے لوئی کو موت کا حکم سنایا گیا۔ لوئی نے فرانسیسی قوم کے نام اپیل کی۔ ایک جدید مباحثہ کا از سرِ نو آغاز ہوا۔ ۲۰ر جنوری تک سب کچھ مکمل ہو گیا۔

"چوبیس گھنٹوں کے اندر سزائے موت ؟"

"میں معصوم اور بے گناہ ہوں۔ مجھ پر الزام عاید کئے گئے ہیں فتوئے موت کے مصنفوں کو معاف کرتا ہوا خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس خون ناحق کا انتقام فرانس سے کبھی نہ لیا جائے۔" لوئی کے آخری الفاظ تھے۔

(چوہدری نذیر احمد پرنٹر و پبلشر نے مرکنٹائل پریس لاہور میں چھپوا کر مکتبہ اردو لاہور سے شائع کیا)

بورژوا جمہوریّت



بورژوا جمہوریت

مجلس قومی نے ایک کنونشن کی صورت اختیار کرلی تھی۔ چنانچہ جنوری ۱۷۹۳ء میں کنونشن کے سامنے پادشاہت کا مسئلہ سب سے اہم تھا۔ اعتدال پسند پادشاہ کو بچانا چاہتے تھے۔ کیونکہ ان کے خیال میں وہ صرف اسی طرز عمل سے امیروں اور غریبوں کے تصادم کو روک سکتے تھے۔ لیکن لوئی انقلاب پسندوں کا دشمن ہو چکا تھا۔ اس کی تقدیر کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ ۲۱۔ جنوری ۱۷۹۳ء کو لوئی قتل کر دیا گیا تھا۔ لوئی کے قتل کے بعد اعتدال پسندوں اور جیکوبنوں میں اس زمانہ کے مجلسی اور معاشری مسائل کے متعلق اختلافات بڑھتے گئے۔ اعتدال پسند ہر مسئلہ میں عوام

کے مفاد کی مخالفت کرتے اور جیکوبن ایک مکمل انقلاب کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اسی اثنا میں اتحادیوں کی فوجیں پیرس کی طرف بڑھ رہی تھیں جب انقلابی فوجیں کامیاب ہوئیں تو کنونشن میں جیکوبن پارٹی کا اثر و اقتدار بہت بڑھ گیا۔ ۲ر جون ۱۷۹۳ء اعتدال پسند ارکان کو کنونشن سے نکال دیا گیا۔ یہ خارج شدہ اعتدال پسند انقلابیوں کے خلاف کام کرنے میں مصروف ہو گئے۔ خانہ جنگی!

اعتدال پسندوں کی شکست کے بعد جیکوبنوں نے ایک نیا آئین حکومت مرتب کیا۔ اس آئین کو ۱۷۹۳ء کا آئین کہتے ہیں۔ اس نئے آئین نے حق رائے دہی کو عام کر دیا۔ اس جدید انقلاب نے اس امر کا اعلان کر دیا۔ کہ مساوات، آزادی، امن اور ملکیت کا تحفظ سوسائٹی کا سب سے بڑا فرض ہے۔ اس نئے آئین کے بعد بھی خانہ جنگی بدستور جاری رہی۔ چنانچہ کنونشن نے فیصلہ کیا کہ قیامِ امن کے بعد نئے آئین کو نافذ کیا جائے گا۔ اب فرانس پر نئی انقلابی آمریت کی حکومت تھی۔ یہ حکومت اپنی سخت گیری کی وجہ سے قائم نہیں تھی۔ بلکہ اس کا انحصار مزدوروں اور کسانوں پر تھا۔

لے GIRONDISTS

بورژوا ——— سرمایہ دار

کنونشن کی معاشی اور مجلسی پالیسی بہت وسیع تھی۔ کسانوں کے تمام قرضے منسوخ کر دئیے گئے۔ زمین کو کسانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ کنونشن دیہات میں ایک اشتمالی نظام قائم کرنا چاہتی تھی۔ زرعی مسائل کو انقلاب پسندانہ انداز میں حل کرنے کے بعد کنونشن نے ذاتی ملکیت کو ختم کئے بغیر سرمایہ داروں کے مفاد پر حملہ کر دیا۔ ستمبر ۱۷۹۳ء میں اشیائے خورد و نوش کے لئے ایک نرخنامہ منظور ہوا۔ مزدوروں کیلئے کم سے کم اجرت مقرر کر دی گئی۔ کنونشن نے بیکاری ختم کرنے کیلئے بہت سے قانون منظور کئے۔ بوڑھوں کیلئے پنشن مقرر کی گئی مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کیلئے کنونشن نے رفاہ عامہ کی تعمیرات کا کام شروع کر دیا

مجلسی، معاشی اور سیاسی پروگرام پر عمل کرنے اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک مضبوط حکومت کی ضرورت تھی۔ کنونشن اگرچہ ایک حکمران جماعت تھی۔ لیکن وہ اپنے پروگرام کو مجلس مفاد عامہ اور مجلس تحفظ عامہ کے ذریعہ عملی صورت دیتی۔ ان دو مجالس میں تمام انقلابی قوتیں مرکوز تھیں۔ کنونشن کی حکومت اگرچہ سخت گیر تھی۔ لیکن یہ سختی صرف ان لوگوں پر کی جاتی تھی۔ جو "تباہی کے ذمہ دار، تاج کے حامی، آزادی کے دشمن اور عوام کے بدخواہ" ہوتے تھے۔ کنونشن کا "دور ہیبت" مراحل ایک طبقاتی جنگ تھی ——— امیروں اور غریبوں میں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کنونشن کی انقلابی عدالت میں ہم کو چک بورژوا اور

اور کسانوں کو بنرائے موت پاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن یہ ایسی قسم کے لوگ تھے۔ جو عوام کی مصیبتوں سے فائدہ اٹھا کر آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ اس قسم کے لوگ انقلاب اور قومی اکانومی کے دشمن تھے۔

۱۷۹۴ء کے موسم گرما میں یہ "دورِ ہیبت" پھل لایا۔ انقلابی فوجوں نے دشمنوں کو شکست دی۔ اعتدال پسندوں کا قلع قمع کر دیا گیا لیکن اس وقت تک مجلسی مسائل حل نہیں ہوئے تھے۔ بھوک کا دیو فرانس پر چھایا ہوا تھا۔ جب عوام کی بھوک کو ختم کرنے کا مسئلہ درپیش ہو تو اس وقت بڑے بڑے انقلاب پسندوں کے پاؤں ڈگمگا جاتے ہیں۔ چنانچہ اب جیکوبن پارٹی کے انقلاب پسندوں کا امتحان ہونے والا ہے۔ جیکوبن پارٹی کی تشکیل کا اندازہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

جیکوبن پارٹی

دست راست — دست چپ

دینتن — رابس پیرے — شاتے — ژاک رو

دینتن سرمایہ داروں کا حامی اور وکیل تھا۔ رابس پیرے

شہری اور دیہاتی کوچک بورژوا کا نمائندہ تھا۔ شاتے تباہ شدہ کوچک بورژوا کا ترجمان تھا۔ ژاک رو مزدوروں اور کسانوں کا نمائندہ تھا۔ جیکوبن پارٹی کا ہر رکن ان چار رہنماؤں میں سے کبھی ایک کا پیرو ضرور تھا، دنیتن کے حامی ذاتی ملکیت کے طرفدار تھے۔ رابس پیرے ایک زرعی جمہوریت کا حامی تھا۔ ۱۷۹۴ء کے آغاز میں رابس پیرے کے زیر اثر کنونشن نے بہت سے نئے احکام جاری کئے۔ رابس پیرے کے حامیوں نے "وجودِ اعلیٰ کا مسلک" کے ذریعہ اپنا پروگرام مکمل کر لیا تھا۔ ژیک رو کا پروگرام اشتمالیت سے بہت زیادہ قریب تھا۔ لیکن اسے کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔

۱۷۹۳ء کے سرما اور ۱۷۹۴ء کے گرما میں کنونشن کی مختلف پارٹیوں کے اختلافات بہت بڑھ گئے۔ یہ اختلاف انقلاب کو بچانے کے بعد تعمیری کاموں کی نوعیت اور اجرا کے متعلق پیدا ہوا۔ ژاک رو کے حامی ختم ہو چکے تھے۔ رابس پیرے کے ساتھیوں نے شاتے کی جماعت سے بھی رہائی حاصل کر لی۔ دست چپ کے اعتدالی (شاتے

وجود اعلیٰ کا مسلک ہ

اور انتہائی (ڈراک رو) افراد سے رہائی حاصل کرنے کے بعد رابس پیرے کے سامنے اب صرف دینتن کی جماعت تھی۔ اپریل ۱۷۹۴ء میں دینتن اور دس کے ساتھیوں کو بھی تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔

اپریل ۱۷۹۴ء میں کوچک بورژوا کی حکومت تھی۔ رابس پیری اس حکومت کا رہنما تھا۔ رابس پیری نے اپنا مجلسی اور معاشی پروگرام شروع کر دیا۔ چند ماہ میں رابس پیری نے اپنے مخالفوں کو تختۂ دار پر لٹکا دیا۔ لیکن بہت جلد رابس پیرے کو اسی تختۂ دار کی طرف سفر کرنا پڑا۔ ۲۷ر جولائی ۱۷۹۴ء کو رابس پیرے کی گردن گلوگش کے نیچے تھی۔

رابس پیرے کے قتل کے بعد فرانس کے انقلاب کی تاریخ ختم ہوتی ہے۔ مخالف انقلاب تحریک شروع ہوتی تھی۔ کوچک بورژوا کی جگہ سرمایہ دار نے لے لی۔

کوچک بورژوا کی آمریت کو کیوں زوال آیا؟

انقلاب کے زمانہ میں فرانس کی حالت بہت بدل گئی تھی۔ انقلاب کا آغاز مئی ۱۷۸۹ء میں ہوا۔ رابس پیرے جولائی ۱۷۹۴ء میں قتل ہوا۔ اس دوران میں فرانس کی دیہاتی آبادی میں بہت بڑا تغیر رونما ہو چکا تھا کسان

گلوگش GUILLOTINE

کوچک :۔ چھوٹا

مالکان اراضی کی ایک جماعت بن چکے تھے۔ جاگیردار اور زمیندار ختم ہو چکے تھے۔ فرانس کے کسان اس سے زیادہ انقلاب نہیں چاہتے تھے۔ وہ مطمئن ہو چکے تھے۔ لیکن شہروں میں کوچک بورژوا (چھوٹے چھوٹے تاجر اور دکاندار) سرمایہ داروں کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ دولت کی فراوانی نے اس نئی جماعت کے دل میں حاکمیت کا خیال پیدا کر دیا۔ رابس پیرے کی جماعت (کوچک بورژوا) سے کسانوں کی ہمدردی کٹ چکی تھی۔ شہروں کے مزدور اس قدر منظم نہیں تھے کہ وہ کوچک بورژوا آمریت کو بچا سکتے۔ کسانوں کا اطمینان انتہا پسندوں کی خفیہ دشمنی، شہری مزدوروں کی عدم تنظیم اور نئے سرمایہ دار طبقہ کی تخلیق نے کوچک بورژوا آمریت (رابس پیرے) کو ختم کر دیا۔

۱۷۹۵ء سے ۱۷۹۹ء تک فرانس میں بورژوا جمہوریت تھی۔ یہ بورژوا جمہوریت فرانس کی تاریخ میں نظامت کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

۱۷۹۹ء میں جنرل نپولین بوناپارٹ نے اس بورژوا جمہوریت کا خاتمہ کر دیا۔

لوئی کے بعد لوئی!

انقلاب!

محمد شریف عباسی خوشنویس۔

دوسری سیاسی کتابیں

لینن ۔ بیسوی صدی کی سب سے بڑی شخصیت کے سوانح حیات جسکے آہنی عزم نے انسانیت کے پاؤں میں پڑی ہوئی زنجیروں کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مترجمہ محمد اشرف مجلد [illegible]

ماتا ہری ۔ اُس فسوں کار حسین ساحرہ کے حالاتِ زندگی جس نے اپنے ہندو رقص و سرود کی محفلوں سے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اور جرمن جاسوسہ کے بھیس میں یورپ کے بہترین مدبروں کے دماغ کو بیکار کر دیا۔ از خلیل احمد خاں۔ قیمت مجلد ... [illegible]

ترکی جمہوریہ ۔ ترکی کے متعلق تمام دنیا کی کتابوں کا نچوڑ یعنے قدیم و جدید ترکی کے مستند حالات و کوائف۔ از سید ضمیر احمد ہاشمی ایم اے، بی، سی، ایس۔ مجلد ... [illegible]

کمپنی کی حکومت ہندوستان میں ہندوستان کے اُس صد سالہ دور پُر آشوب کی لرزہ خیز داستان جو ۱۷۵۷ء سے ۱۸۵۷ء تک پھیلا ہوا ہے اردو زبان میں اپنے موضوع پر واحد کتاب۔ کامریڈ باری مجلد ... [illegible]

پاگل آپ مجھے پاگل سمجھتے ہیں، مگر دنیا کی نگاہ میں میں ایک عقلمند ترین انسان ہوں کیا یہ معمہ نہیں؟ عربی مصنف جبران خلیل جبراں کی کتاب المجنون کا ترجمہ بہترین حقائق [illegible]

آہنگ رزم ہندوستانی زبان میں جنگی ترانوں کا پہلا مجموعہ۔ شجاعت اور غیرت کے جذبات ابھارنے والی کتاب۔ دوسرا ایڈیشن۔ وقار انبالوی مجلد [illegible]

شعلے فطرتِ انسانی کے اسرار و رموز آشکار کرنے والے، ریاکاری کی خس و خاشاک جلانے والے افسانے۔ از پروفیسر احمد علی ایم اے۔ دوسرا ایڈیشن۔ مجلد ایک روپیہ [illegible]

ملنے کا پتہ

مکتبہ اردو لاہور

مکمل فہرست مفت طلب فرمائیں

عصمت انونو

ترکی کے اس مرد مجاہد کی داستان حیات
جو اتاترک کے بعد ترکی کا سب سے بڑا
انسان ھے - جسکے فہم و تدبر
نے یورپی سیاستدانوں
کو محو حیرت
کردیا تھا۔

زندگی اور موت میں کشمکش !

تلواروں کی جھنکار' ترکی پر یلغار'
عثمانیوں' اتحادیوں اور
یونانیونکی سازش

قیام جمہوریت سے موجودہ جنگ تک کے
حالات غازی عصمت انونوکی معتمد ترکی
کی مشہور ادیبہ ثریا اِندریمان کے
قلم سے

مکتبہ اردو - لاھور